شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی ؒ کی علمی و فکری خدمات اور ان کے برصغیر پر اثرات

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل، علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

احمد رضا خان

رول نمبر 09141009

شعبہ اسلامیات

الیٹ سائنس کالج، گوجرانوالہ

نگران مقالہ

محمد ریاض محمود

لیکچرار شعبہ اسلامیات

گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ

GIFT UNIVERSITY

شعبہ علوم اسلامیہ

گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

سیشن 2011_2009ء/ ۱۴۳۰_۱۴۳۲ھ

DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES

GIFT UNIVERSITY GUJRANWALA

Ref. No.________ Dated:__________

TO WHOM IT MAY CONCERN

It is certified that Mr. AHMAD RAZA KHAN s/o MUHAMMAD SHAFIQUE KHAN has completed his M.Phil thesis entitled:

”شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی کی علمی وفکری خدمات اوران کے برصغیر پراثرات“

for the award of M.Phil degree Mr. AHMAD RAZA KHAN by the rules and regulations of the Department as well as of the University regarding M. Phil . The meterial used by him is original and he has shown creativeness in his work . The thesis represents two years work done by the candidate.

supervisor

Muhammad Riaz Mahmood
Lrecturer, Department of Islamic Studies
Govt. College Gujranwala

DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES

GIFT UNIVERSITY GUJRANWALA

Ref. No.________ Dated:__________

TO WHOM IT MAY CONCERN

It is certified that Mr. AHMAD RAZA KHAN was registered in the department of Islamic Studies as M.Phil student. This is also to certify that he has completed his thesis entitled:

”شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی کی علمی وفکری خدمات اور ان کے برصغیر پر اثرات“

I certify that he has fulfilled the university Pre-requisites regarding the writing of M.Phil thesis and he is allowed to submit his thesis for the award of M.Phill degree.

Dr. M. Sharif Ch.

Chairman

Department of Islamic Studies

Gift University Gujranwala

بسم الله الرحمان الرحيم

انتساب

خاندان ولی اللّٰہی کے نام

حلف نامہ

میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ ''شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی کی علمی وفکری خدمات اوران کے برصغیر پر اثرات'' برائے حصول سند ایم فل علوم اسلامیہ از خود تحریر کیا ہے، جس میں میں نے سرقہ سے کام نہیں لیا اور تحقیقی اصولوں کو مدنظر رکھا ہے، نیز اس سے پہلے یہ مقالہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصول سند پیش نہ کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کہیں کوئی مواد تحریری شکل میں موجود ہے۔ میں اس مقالہ کے تمام نتائج تحقیق اور جملہ عواقب کا ذمہ دار ہوں۔

احمد رضا خان

گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ

رول نمبر 09141009

کلمات تشکر و امتنان

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام على سيد الانبياء و المرسلين و على آله و صحبه اجمعين ام بعد:

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھ ناچیز کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے ''شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی علمی و فکری خدمات اور ان کے برصغیر پر اثرات'' کے عنوان پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اور اس اہم موضوع پر تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت مرحمت فرمائی، اللہ تعالیٰ اس کام کو قبول فرمائے اور اس کو میرے، میرے خاندان اور تمام امت کے لئے دونوں جہانوں میں نافع بنائے، تحقیق اور جستجو کے اس طویل سفر میں میرے اساتذہ کرام، رفقائے کار اور احباب کی خصوصی دعائیں، تعاون اور قیمتی مشورے شامل حال رہے، میں ان تمام احباب کے لئے سراپا سپاس گزار ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا کی بہترین نعمتوں سے سرفراز کرے۔ آمین!

سب سے پہلے میں اپنے نگران تحقیق جناب محمد ریاض محمود استاد شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے نہ صرف موضوع کے چناؤ میں میری مدد کی بلکہ اپنی بے تحاشا مصروفیات کے باوجود تحقیق کے مختلف مراحل میں میری از حد راہنمائی فرمائی اور انتہائی قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے، ان کے تعاون کے بغیر میرے لئے مقالے کی تیاری میں معیار تحقیق کو قائم رکھنا مشکل ہوتا۔

میں گفٹ یونیورسٹی کے اساتذہ کرام کا بھی انتہائی احسان مند ہوں کہ انہوں نے ایم۔فل کے مقالہ اور کورس ورک میں مجھے اپنی خصوصی شفقتوں سے نوازا، حقیقت ہے کہ ان کے بغیر میرا علمی سفر منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا، ان اساتذہ کرام میں پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف چودھری، پروفیسر ڈاکٹر اکرم ورک اور جناب عمار خان ناصر کے احسانات کبھی بھی بھلائے نہیں جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں ترقی و خوشحالی عطا فرمائے۔

میں اپنے ان رفقائے کار کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالے کی تکمیل میں کسی بھی طرح میری مدد کی، خصوصاً پیر جی سید مشتاق علی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہر مرحلہ پر قیمتی مشوروں سے بھی نوازا اور اپنے وسیع ذخیرہ کتب سے استفادہ کا بھر پور موقع بھی عنایت کیا۔ مولانا سید محمود احمد برکاتی کراچی، پروفیسر امجد شاکر لاہور اور مولانا محمد اسحاق بھٹی لاہور کا بھی ممنون احسان ہوں کہ انہوں نے موضوع تحقیق کے حوالے سے اپنے مطالعات و تجربات سے استفادہ کا موقع دیا۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، دار السلفیہ لائبریری لاہور اور لائبریری الشریعہ اکادمی کے جملہ احباب اور منتظمین بھی میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے مواد کی فراہمی میں میری مدد کی، میں اپنے رفقاء کار بھائی معظم محمود بھٹی، محمد عرفان، مولانا محمد عثمان الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ اور حافظ محمد رشید کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہر موقع پر میری حوصلہ افزائی کی، شعبہ علوم اسلامیہ گفٹ یونیورسٹی کے منتظم حافظ محمد سلیمان کا بھی نہایت ممنون ہوں کہ جنہوں نے انتظامی حوالے سے ہر قسم کی راہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اپنی شان کے مطابق بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

احمد رضا خان

فہرست مضامین

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة و السلام على سيد المرسلين و على آله و اصحابه و اتباعه اجمعين اما بعد:

شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کو اللہ تبارک تعالیٰ نے پوری اسلامی دنیا اور خصوصاً برصغیر میں جو قدر و منزلت عطا فرمائی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کو ان کی خدمات کی بدولت بارہویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے اور بیرونی دنیا کی کئی یونیورسٹیوں میں آپ کی شخصیت کے گوناگوں گوشوں پر تحقیق کرنے کے لئے شعبہ جات قائم ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادوں اور ان کی اولاد نے آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھا۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف، فلسفہ، جہاد، تاریخ غرضیکہ دین کو کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس خاندان نے اپنے علم و فضل کا لوہا نہ منوایا ہو۔ بلکہ کئی ایک معاملات میں ان کی علمی خدمات نے بنیادوں کا درجہ پایا جن میں شاہ ولی اللہؒ کا قرآن کریم کا سب سے پہلا ترجمہ ہے۔ جو انہوں نے فارسی زبان میں کیا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادوں شاہ عبدالقادرؒ کا قرآن پاک کا اولین اردو ترجمہ ''موضح القرآن'' اور شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ قرآن وہ بلند پایہ کام ہیں جن سے کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لوگ آج بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ آنے والے ادوار میں بھی یقیناً ہوتے رہیں گے۔ اس خاندان نے دین کے تمام شعبوں میں تالیفات کا ایک ایسا نادر ذخیرہ چھوڑا جو علم دین سیکھنے والے ہر طالب علم کے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ خصوصاً علم حدیث میں اس خانوادے کی برصغیر میں کوئی مثال نہیں اور اس سلسلے میں جتنی مقبولیت آپ کی سند حدیث کو حاصل ہوئی کسی اور کو نہ مل سکی۔ **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء**

اس عظیم خاندان کی علمی روایت مدرسہ رحیمیہ کی شکل میں برصغیر کے علمی حلقوں کو سیراب کرتی رہی۔ مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد شاہ ولی اللہؒ کے والد محترم شاہ عبدالرحیمؒ نے رکھی تھی اور اس کے آخری مسند نشین شاہ محمد اسحاقؒ تھے۔ جو تربیت ظاہر و باطن کے بعد 1808ء میں مدرس بنے اور شاہ رفیع الدینؒ کے انتقال کے بعد 1818ء میں مدرسہ رحیمیہ کے صدر مدرس بنے۔ اور حجاز مقدس کی طرف اپنی ہجرت 1842ء تک صدر نشین رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ برصغیر کی دینی، سیاسی اور ملی جدوجہد ان کے تذکرہ کے بغیر ہمیشہ ادھوری رہے گی۔ ان میں حدیث کی خدمت، جہاد کی سرپرستی اور معاونت اور علماء کی وہ کھیپ سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں کہ جس نے برصغیر کی تاریخ کو ایک نیا موڑ دیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے اخفاد کے بارے میں ایک پیشن گوئی فرمائی تھی۔ اگر شاہ محمد اسحاقؒ کی علمی و عملی زندگی اور شاہ ولی اللہؒ کی اس پیشن گوئی کو سامنے رکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ شاہ محمد اسحاقؒ کے بارے میں ہی تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

> **''آگاهی آمد ایں فرزنداں که لطف الٰهی ایشاں رابما عطا کرده است وهمه سعداا ند نوعی از ملکیت در ایشاں ظهور خواهد کرد لیکن تدبیر غیب چنیں تقاضا می کند که دو شخص دیگر پیدا شوند که در مکه و مدینه سالها احیاء علوم دین نمایند وهماں جا وطن اختیار کنند از طرف ما در نسب ایشاں بما متمکن باشد''**

> ''معلوم ہو کہ یہ فرزند جو ہمارے لئے عطیہ الٰہی ہیں، سب کے سب سعادتمند اور نیکوکار ہیں۔ ان کی وجہ سے اگرچہ کئی قسم کے حقائق ظہور پذیر ہوں گے لیکن تدبیرِ غیبی کا تقاضا یہ ہے کہ دو شخص ان میں ایسے پیدا ہوں گے جو سالہا سال تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں احیائے علوم کریں گے اور پھر وہیں سکونت اختیار کریں گے۔ ماں کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب ہم سے وابستہ ہوگا۔'' (1)

شاہ ولی اللہؒ کی پیشن گوئی کے مصداق شاہ محمد اسحاقؒ اور آپ کے بھائی شاہ یعقوبؒ ہی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ دہلی سے ہجرت کر کے

1۔ محمد بیگ، مرزا، دہلوی، مقدمہ فتاوی عزیزی، ص 12، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۴۱ھ

مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں ہوگئے تھے۔

اس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ برصغیر کے اس عظیم راہنما اور خاندانِ شاہ ولی اللہؒ کے آخری چشم و چراغ کی علمی و ملی خدمات کے مختلف پہلوؤں کو موضوع بنا کران پر تحقیقی کام کیا جاتا اور ان کی زندگی کے مخفی گوشوں کو وا کیا جاتا۔لیکن شومئ قسمت کہ اس طرف اصحاب قلم کی توجہ مبذول نہ ہو سکی۔اور آپ کی بلند شخصیت کے پہلو وقت کی گرد میں دبتے چلے گئے۔اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی شخصیت پر کام کرنے کے لئے انتہائی دشواری پیش آئی۔اس موضوع پر صرف مولانا حکیم محمود احمد برکاتی کی کتاب ''حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی'' ہی ملتی ہے مگر اس میں بھی شاہ صاحبؒ کی زندگی کے کئی گوشے تشنہ رہ گئے۔اس لئے موضوع تحقیق کے طور پر ''شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی علمی و فکری خدمات اور ان کے برصغیر پر اثرات'' کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اسلوب تحقیق

1۔مقالہ کی تیاری میں بیانیہ اور تجزیاتی تحقیق کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

2۔حوالہ جات باب کے آخر میں جب کہ توضیحی حواشی (Foot Note) میں ہی درج کر دیئے گئے ہیں۔

3۔پہلی دفعہ حوالے کی صورت میں کتاب اور مصنف کا مکمل نام درج کیا گیا ہے جب کہ دوبارہ حوالہ کی صورت میں صرف کتاب کے نام اور صفحہ نمبر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

4۔مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث اور سفارشات تحریر کی گئیں ہیں۔

5۔مصادر و مراجع مقالہ میں سب سے آخر پر درج کئے گئے ہیں۔

زیر نظر تحقیقی مقالہ ''شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی علمی و فکری خدمات اور ان کے برصغیر پر اثرات'' کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

باب اول: شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ ایک تعارف

فصل اول: ''شاہ محمد اسحاقؒ کے حالات زندگی'' میں شاہ صاحب کے خاندان کا مختصر تعارف آپ کے اوصاف و کمالات اور وفات کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔

فصل دوم: ''تعلیم و تعلم'' میں آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم، سفر حج اور سند و اجازت آپ کی وعظ و تذکیر کی مصروفیات اور اساتذہ کا مختصر تعارف و تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم: شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی خدمات

فصل اول: ''تدریسی خدمات'' میں آپ کے مسند ولی اللّٰہی پر فائز ہونے کی وجوہات، حجاز میں آپ کی تدریسی مصروفیات اور آپ کے تلامذہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے چند نامور تلامذہ اور ان کی خدمات کا مختصر تجزیہ کیا گیا ہے۔

فصل دوم: ''تصنیفی خدمات'' میں آپ کی تصنیفات، مشکوۃ المصابیح کا اولین اردو ترجمہ، مائۃ مسائل اور مسائل اربعین کا تجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے اور آپ کی فکر کے خاص پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے۔فارسی زبان میں آپ کے رسالہ ''شعب الایمان'' کے اردو ترجمہ کا ملخص شامل مقالہ کیا گیا ہے۔

فصل سوم: ''سیاسی خدمات'' کے ذیل میں سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد کے متعلق مختصر وضاحت اور شاہ محمد اسحاقؒ کی دہلی جیسے مرکز میں بیٹھ کر تحریک کی مالی وانتظامی سرپرستی اور آپ کے شاگرد و داماد مولوی سید نصیر الدین کے عملی جہاد میں شاہ صاحب کے کردار کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور کئی مخفی گوشوں کو وا کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ دہلی سے حجاز مقدس کی طرف آپ کی ہجرت کو بیان کیا گیا ہے۔

باب سوم: شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی کا فقہی رجحان

فصل اول: ''اکابرینِ شاہ محمد اسحاقؒ کے فقہی رجحانات'' میں آپکے جدّ امجد شاہ ولی اللہؒ اور آپکے نانا شاہ عبدالعزیزؒ کے فقہی رجحانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے علاوہ شاہ عبدالعزیزؒ کے خلیفہ مجاز اور ممتاز شاگرد، تحریکِ جہاد کے بانی سیّد احمد شہید کے فقہی مسلک کو انہی کی آراء میں جانچا گیا ہے۔

فصل دوم: ''شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی کا فقہی مسلک'' میں آپ کی کتب میں موجود مختلف حوالوں، آپ کے شاگردوں کی تحریروں اور آپ کے مشہور فتویٰ کے ذریعے آپ کے فقہی رجحان اور مسلک کا جائزہ لیا گیا ہے۔حجازِ مقدس کی طرف آپ کی ہجرت کے بعد آپ کی جانشینی کا معاملہ بھی ایک مبہم امر ہے۔جس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

باب چہارم: شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی فکر کے ہندوستان پر اثرات

فصل اول: ''معاشرتی اثرات'' میں ہندوستان میں ہونے والی باطل رسوم، مثلاً مزارات، خوشی، غمی کے مواقع پر ہونیوالی بدعات اور شر

کیہ رسوم کے خلاف آپ کی جدوجہد کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

فصل دوم: ''مذہبی اثرات'' ہندوستان میں علم حدیث کے سلسلہ میں آپ کی سند سب سے زیادہ جامع ہے۔دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور دیگر مکاتب فکر کے علماء کی اسناد اور ان کے مختصر تعارف کے ذریعے آپ کے دائرہ اثر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

فصل سوم: ''شاہ محمد اسحقؒ کے بارے میں اکابرین کی آراء'' میں جن علماء نے آپ کی عظمت کا تذکرہ کیا ہے ان کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میرے خاندان اور پوری امت کے لیے دونوں جہانوں میں نافع بنائے۔آمین!

مقالہ نگار: احمد رضا خان

باب اول

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ ایک تعارف

فصل اول

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے حالات زندگی

شاہ محمد اسحاقؒ کا خاندانی پس منظر

برصغیر میں شاہ ولی اللہؒ کا خاندان کسی تعارف کا محتاج نہیں، علمی وسیاسی میدان میں یہ خاندان قیادت وراہنمائی کے منصب پر فائز ہے، شاہ ولی اللہؒ کے والد محترم شاہ عبد الرحیمؒ اپنے وقت کے ایک تبحر عالم، صوفی باصفا، ظاہری و باطنی علوم کے حامل اور فہم و فراست میں یکتا تھے، آپ نے سترہویں صدی کے آخر میں پرانی دہلی میں مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد رکھی جس نے آنے والے وقتوں میں برصغیر میں علوم دینیہ کی محافظت وترویج کے لئے بے مثال خدمات سرانجام دیں، یہ مدرسہ ایک طرف تزکیہ نفس کے لئے خانقاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور دوسری طرف اس دور کی تقریبا سب انقلابی تحریکوں کا مرکز بھی تھا، آپ نے فتاوٰی عالمگیری کی ترتیب وتدوین میں بھی حصہ لیا۔ اگر چہ اس خاندان کا ہر فرد علم وعمل کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتا ہے لیکن اللہ تعالٰی نے اس خاندان کو جو شہرت اور مرتبہ شاہ ولی اللہؒ کی وجہ سے عطا کیا وہ محتاج بیان نہیں، آپ بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، منطق، شاعری اور دیگر اصناف علم میں ید طولٰی رکھتے تھے، شاہ صاحبؒ نے مذہبی وسیاسی انحطاط کے بدترین دور میں جس طرح علوم دینیہ کی ترتیب وتدوین کی کہ اسی وجہ سے آپ کو اس دور کا مجدد کہا گیا۔ اس وقت کے مروجہ نصاب تعلیم میں قران اور حدیث کے علوم شامل تو تھے لیکن ان کا بہت تھوڑا حصہ شامل درس ہوتا تھا، اسی وجہ سے علماء ومشائخ کا ایک بڑا طبقہ بھی علوم قرآن وحدیث سے نابلد تھا، آپؒ نے قرآن کریم کا پہلا فارسی ترجمہ کر کے عوام وخواص کے لئے قرآن فہمی کا راستہ کھول دیا، آپؒ کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے علم حدیث کو ہندوستان میں رواج دیا، اور شیخ ابراہیم بن الحسن مدنیؒ (ابو طاہر مدنی) کی سند سے حدیث برصغیر میں لائے اور حدیث کی امہات الکتب کو شامل درس کیا۔ اپنی علمی مصروفیات کے باوجود مسلمانوں کے دفاع ومضبوطی کی خاطر آپؒ نے احمد شاہ ابدالیؒ کو مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے ہندوستان آنے کی دعوت دی جس سے مرہٹوں کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ آپؒ کی اس ساری علمی وسیاسی جدوجہد کا مرکز بھی مدرسہ رحیمیہ ہی رہا۔ شاہ ولی اللہؒ کی وفات 1762ء کے بعد آپؒ کی اولاد واحفاد نے آپؒ کے لگائے ہوئے علمی پودے کی خوب حفاظت کی اور اس کو ایک ایسے سایہ دار شجر میں تبدیل کر دیا جس کی چھاؤں سے برصغیر ہی نہیں، بلکہ پورے عالم نے استفادہ کیا اور کر رہا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے اپنے وصال کے وقت (۱۱۷۶ھ/1762ء) پانچ صاحبزادے چھوڑے تھے۔ پہلی بیوی میں سے شیخ محمد تھے جن پر جذب غالب تھا۔ دوسری زوجہ میں سے چار صاحبزادے تھے، جن میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیزؒ تھے جو اس وقت سولہ سال کے تھے۔ آپ کے بعد شاہ رفیع الدینؒ (۱۲ سال)، شاہ عبدالقادرؒ (۸ سال) اور شاہ عبدالغنیؒ (۴ سال) تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے پندرہ سال کی عمر میں مروجہ علوم حاصل کر لئے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کی وفات کے بعد بھائیوں سے عمر وعلم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے والدِ گرامی کی مسند پر بیٹھے اور تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور بہت ہی قلیل عرصہ میں اپنے والد کے خلاء کو پورا کیا۔ دور دراز سے طالبِ علم مدرسہ رحیمیہ آتے اور آپ سے استفادہ کرتے۔ آپ کے شاگردوں میں ایسے ایسے فضلاء پیدا ہوئے جن کی وجہ سے آپ کا نام رہتی دنیا تک روشن رہے گا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف تین بیٹیاں تھیں۔ ایک کی شادی شاہ رفیع الدینؒ کے بیٹے مولانا محمد عیسیٰؒ سے، دوسری کی مولانا عبدالحئیؒ بڈھانویؒ اور تیسری کی شادی مولانا شیخ محمد افضلؒ سے ہوئی۔ انہی مولانا محمد افضل محدث لاہوریؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی دختر سے وہ عظیم محدث پیدا ہوئے جو شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے نام اور ابو سلیمان کی کنیت اور بڑے میاں کے عرف سے مشہور ہوئے۔ آپ کے نام کے ساتھ ''شاہ'' کے لگنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ کا خاندان سادات سے تعلق رکھتا ہے بلکہ

برصغیر کے مروجہ طریقے کے مطابق عزت وتکریم کے لئے بھی یہ لفظ بزرگوں کے نام کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے ولی اللّٰہی خاندان کے ہر فرد کے نام کے ساتھ ''شاہ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔شاہ ولی اللہؒ نسباً فاروقی تھے اور آپ کا سلسلہ نسب اکتیس واسطوں سے حضرت عمرؓ تک جا پہنچتا ہے۔آپ نے خود لکھا ہے کہ:

سلسلہ نسب ایں فقیر باامیر المؤمنین عمر بن الخطاب می رسد(۱)

''اس فقیر کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب تک جا پہنچتا ہے۔''

شاہ محمد اسحاقؒ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:

''محمد افضل بن احمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد (مولوی عبدالوہاب دہلوی نے الفحۃ الدہلویہ، مقدمہ المسویٰ الجزء الاوّل ص۱۰ طبع مکہ معظمہ ۱۳۵۱ھ میں محمد کے بجائے محمود لکھا ہے) بن قوام الدین عمری دہلوی۔اور شیخ عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول مکی نے اپنے اجازہ بنام شاہ محمد اسحاق میں انہیں مولانا محمد افضل اور مولوی احمد اللہ نامی نے انہیں ''محدث لاہوری'' لکھا ہے۔''(2)

آپ دہلی میں ذی الحجہ ۱۱۹۷ھ/1782ء میں پیدا ہوئے، بعض کتب میں آپ کی ولادت 1779ء بھی درج ہے۔مگر زیادہ کا اتفاق 1782ء پر ہے، آپ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے چار واسطوں کے بعد منصور بن احمد پر جا کر شاہ ولی اللہؒ سے مل جاتا ہے،(3)

عزیز و اقارب

شاہ محمد اسحاقؒ کے صرف ایک بھائی تھے جو آپ کے ہم خیال و ہم مسلک اور زندگی بھر آپ کے رفیق رہے۔اس کے علاوہ آپ کا ایک صاحبزادہ سلیمان اور تین صاحبزادیاں تھیں جن کے مفصل حالات کوشش کے باوجود معلوم نہ ہو سکے۔آپ نے اپنی تینوں بیٹیوں کے عقد تقویٰ کی بنیاد پر کئے۔آپ کے تینوں داماد اپنی اپنی جگہ پر نابغہ روزگار ہستیاں تھیں جنھوں نے آپ ہی کا دیا ہوا فیض عام کیا اور اپنا نام تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف درج کروایا۔آپ کے خاندان کے ان حضرات کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

شاہ محمد یعقوب دہلویؒ

آپ کا نام محمد یعقوبؒ اور لقب چھوٹے میاں تھا۔آپ ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ کو پیدا ہوئے۔آپ نے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی سے علم حاصل کیا اور سند شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی۔فراغت کے بعد اپنے بزرگوں کے مدرسہ میں درس دینے لگے۔ ۱۲۴۰ھ/1824ء میں شاہ اسحاقؒ کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔واپسی پر بھی درس کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۲۵۸ھ/ 1842ء میں پورا گھرانہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلا گیا تو آپ نے وہاں بھی درس وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔تقریباً چوبیس برس جوارِ بیت اللہ میں قیام کے بعد ۲۸ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ/ 1867ء کو آپ نے وصال فرمایا۔آپ سے علوم دینیہ اور فیض باطن حاصل کرنے والوں میں سے نواب صدیق حسن خانؒ، مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ، مولانا عبدالعزیز جعفریؒ، مولوی عبدالقیوم بڈھانویؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد زماں خانؒ، شیخ محمد محدث تھانویؒ اور خواجہ احمد بن یاسین نصیر آبادیؒ، مولانا سید غوث علی شاہ پانی پتیؒ، مولوی محمد سعید عظیم آبادیؒ وغیرہ ہیں۔(4)

اس ضمن میں افسوس ناک بات یہ ہے کہ دونوں بھائیوں اور ان کی خدمات کو نظر انداز اور فراموش کر دیا گیا ہے۔آپ کی سوانح

کے صرف چند گوشے محفوظ ہو سکے ہیں۔ اولاد، تصانیف، مستفیدین غرض کسی کے متعلق کوئی ٹھوس معلومات نہیں ملتیں۔ ان دونوں بھائیوں کا مرتبہ شاہ ولی اللہ کی پیش گوئی سے ہی ظاہر ہے جو ابتدائی صفحات میں درج ہے۔ آپ نے سالہا سال تک مدرسہ رحیمیہ میں علم حدیث کا درس دیا اور بعدازاں حجاز میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ سرسید نے ''آثار الصنادید'' میں اپنے دور کی جن مشہور شخصیات کا تذکرہ کیا ہے، ان میں شاہ محمد یعقوبؒ بھی ہیں۔ آپ کی عادات وخصائل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''علم وفضل میں بھی پایہ کم نہیں رکھتے تھے اور خلق جمیل وصفات جزیل اور قناعت واستغنا میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بطریق ہدیہ وپیش کش کچھ لایا کبھی قبول نہ کیا۔ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے ہیں اس میں بسر اوقات کرتے ہیں۔ خواہ بہ تنگی اور خواہ بہ وسعت اور حسب استعداد اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتے رہتے ہیں اور کم استعدادی میں توفیق ایسے امور خیر کی ایسے ہی مردانِ خدا کا کام ہے۔ آپ نے ہمراہ اپنے برادر مرحوم کے ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں توطن اختیار کیا۔ جب تک شاہ جہاں آباد رہے گوشہ عزلت پابہ دامن رہتے تھے اور ابناء روزگار کی طرف کبھی رجوع نہ رکھتے تھے۔ اور یہی حال ہے اس بلاد میں بھی کچھ وجہ قلیل میں جو کسی کسب حلال سے بہم پہنچتا ہے اپنی اوقات گزر کرتے ہیں اور اوقات شبانہ روزی کو عبادت خالق زمین وآسمان میں بسر کرتے ہیں۔''(5)

شاہ یعقوبؒ انتہائی پاکباز اور متقی تھے۔ نوافل، تلاوت، ذکرواذکار آپ کا معمول تھا۔ آپ روزانہ ایک پارہ مدرسہ میں اور پھر وہی پارہ گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح ایک ماہ میں دو قرآن مجید بیک وقت ختم کرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ آپ کے تقویٰ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''میاں یعقوب فرزند من در ہر شب یک پارہ در مدرسہ خواند باز در خانہ مع جماعت ہموں پارہ می خواند تاکہ دو قرآن شریف معاً پس و پیش یک دو روز ختم می کنند۔''(6)

''میرے بیٹے میاں یعقوب روزانہ رات کو ایک پارہ باہر مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور پھر گھر میں بھی جماعت کے ساتھ وہی پارہ پڑھتے ہیں اس طرح دو قرآن مجید ایک دو روز کے آگے پیچھے ایک ماہ میں ختم کرتے ہیں۔''

آپ کے وصال کے وقت آپ کی دختر، داماد مولانا امیر بیگ اور نواسے مولوی خلیل الرحمٰنؒ موجود تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی والد مرحوم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں مولانا امیر بیگؒ کی زیارت کی تھی۔(7) آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو جنت المعلیٰ میں شاہ محمد اسحاقؒ کے ساتھ دفن کیا گیا۔

صاحبزادہ

آپ کے بیٹے کا نام سلیمان تھا۔ اسی لیے آپ کی کنیت ابوسلیمان تھی۔ آپ کے صاحبزادے کے متعلق بھی کوئی اہم معلومات نہیں مل سکیں۔ ایک بار شاہ عبدالعزیزؒ ٹہل رہے تھے۔ ایک خادم کی گود میں میاں سلیمان تھے۔ کچھ خواتین جھولا جھول رہی تھیں۔ انہوں نے خواہش کی کہ بچے کو ہم جھولا جھلائیں گی مگر میاں سلیمان ان کی گود میں نہیں گئے۔ اس پر شاہ عبدالعزیزؒ نے خوش ہو کر فرمایا۔ کیوں جائے، آخر میاں اسحاقؒ کا فرزند ہے۔(8)

صاحبزادیاں

شاہ محمد اسحاقؒ کی پہلی بیٹی کا نام امۃ الغفورؒ تھا۔فقہ وحدیث کی ماہر تھیں اور یہ علم انہوں نے اپنے والد سے حاصل کیا۔ان کا عقد مولوی عبدالقیومؒ سے ہوا تھا جو بلند مرتبت عالم تھے۔اگر آپ کو بھی فقہ وحدیث میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اپنی زوجہ سے مشاورت کرتے۔(9)

مولوی عبدالقیومؒ فرماتے ہیں کہ نواب قطب الدینؒ دف کو بھی ناجائز کہتے تھے۔ایک مرتبہ میری ان کی اس بارے میں گفتگو ہوئی اور ہمارے دروازہ میں ہوئی۔میرے گھر میں (محترمہ امۃ الغفور کو) جب یہ معلوم ہوا کہ دف کے جواز وعدم جواز میں گفتگو ہو رہی ہے تو انہوں نے مجھے گھر میں بلا کر کہا کہ نواب صاحب کو گھر میں بلا لو میں پردے میں ہو جاتی ہوں۔میں ان سے اس بارے میں گفتگو کروں گی۔وہ پردے میں ہو گئیں اور میں نے ان کو گھر میں بلا لیا۔جب وہ گھر میں آئے تو زوجہ نے کہا کہ نواب صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ جب میں بچی تھی تو ایک روز آپ مجھے گود میں لیے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ایک ڈھپڑی تھی (جو بچے گھڑے وغیرہ کے گھیرے میں جھلی منڈھ کر بنا لیتے ہیں) اس وقت ابا جان (شاہ اسحاقؒ) بیمار تھے اور زمین پر ایک گدیلے پر لیٹے ہوئے تھے۔آپ نے مجھے ابا کے پاس لے جا کر بٹھا دیا اور میں وہاں بیٹھ کر ڈھپڑی بجانے لگی۔سو کبھی تو میں اسے زمین پر رکھ کر بجاتی تھی اور کبھی ہاتھ میں لے کر۔جب زمین پر رکھ کر بجاتی تھی تو ابا اس کو اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دیتے اور زمین پر رکھ کر نہ بجانے دیتے۔آیا یہ واقعہ ٹھیک ہے؟ نواب صاحب نے اس کی تصدیق کی تو زوجہ نے کہا کہ اس سے ثابت ہے کہ آپ کے استاد ڈھول کو ناجائز کہتے تھے اور دف کو جائز۔کیوں کہ جب اس کو زمین پر رکھ دیتی تھی وہ تو دونوں طرف سے بند ہو کر ڈھول کی طرح ہو جاتی تھی اور جب میں اٹھا لیتی تو وہ ایک طرف سے کھل کر دف ہو جاتی تھی۔نواب صاحب ان کے استدلال کو سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔(10)

شاہ محمد اسحاقؒ کی دوسری صاحبزادی کا عقد شاہ محتشم اللہؒ اور تیسری صاحبزادی مولوی سید نصیر الدینؒ کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔

داماد

مولوی عبدالقیوم بڈھانویؒ

شاہ محمد اسحاقؒ کے سب سے بڑے داماد مولوی عبدالقیومؒ، مولوی عبدالحیٰ بڈھانویؒ کے فرزند تھے۔مولوی عبدالحیٰؒ شاہ عبدالعزیزؒ کے نسبتی بھائی (مولوی ہبۃ اللہ بن نور اللہ بڈھانویؒ) کے فرزند اور شاہ اسحاقؒ کے استاد بھی تھے۔مولوی عبدالقیومؒ ۱۲۳۱ھ/1815ء میں پیدا ہوئے۔مولوی عبدالحیٰؒ نے آپ کا نام غلام تقی رکھا مگر شاہ عبدالعزیزؒ نے عبدالقیوم تجویز کیا اور وہی رائج ہوا۔صرف ونحو اور ابتدائی کتابیں مولوی نصیر الدین شافعیؒ سے، جلالین، ابن ماجہ، نسائی اور علم الفرائض شاہ محمد یعقوب دہلویؒ سے، اکثر صحاح ستہ مولوی سید محبوب علیؒ سے، کچھ ہدایہ مفتی محمد مرادؒ سے باقی فقہ، بخاری شریف، کچھ بیضاوی، معالم التنزیل، مدارک، درمنثور، صحاح ستہ، قول جمیل، حزب البحر، حصن حصین، مستدرک حاکم، دارقطنی، دارمی وغیرہ سب کچھ مولانا شاہ محمد اسحاقؒ سے پڑھا۔(11) والی بھوپال کی درخواست پر ریاست بھوپال کے منصب افتاء پر فائز ہوئے۔آپ کو نواب صاحب نے جاگیر بھی عطا کی۔(12)

آپ کے والد گرامی سید احمد شہیدؒ کے دست راست تھے۔۱۲۴۲ھ/1827ء میں مولوی عبدالحیٰؒ جب سید صاحبؒ کے پاس سرحد گئے تو ان کو بھی ساتھ لیتے گئے۔آپ اس وقت نوعمر تھے۔۱۲۴۳ھ/1828ء میں جب مولوی عبدالحیٰؒ کا وصال ہوا تو سید صاحبؒ نے ان کو ہندوستان واپس بھیج دیا تا کہ ان کی والدہ کا غم ہلکا ہو سکے۔(13)

شاہ محتشم اللہؒ

شاہ محتشم اللہؒ شاہ معظم اللہؒ بن مقرب اللہؒ بن شاہ اہل اللہ پھلتیؒ کے فرزند تھے اور شاہ محمد اسحاقؒ کے دوسرے داماد تھے۔ ان کے صرف ایک صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰنؒ کا نام معلوم ہوسکا ہے جو مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ ان کے والدین بھی شاہ محمد اسحاقؒ کے ساتھ حجاز منتقل ہو گئے تھے۔[14]

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے المسوّیٰ (شرح موطا امام مالک از شاہ ولی اللہؒ) کا نسخہ بھی انہی مولوی عبدالرحمٰنؒ کے ورثا سے حاصل کیا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے المسوّیٰ کے آغاز میں ایک سند بھی نقل کی ہے جو شاہ ولی اللہؒ نے شیخ جاراللہ بن عبدالرحیمؒ کو دی تھی۔ یہ سند بھی مولانا سندھی کو ورثاء مولوی عبدالرحمٰنؒ سے ملی تھی۔[15]

مولوی سید نصیر الدینؒ

مولوی سید نصیر الدینؒ شاہ رفیع الدینؒ کے نواسے اور امۃ اللہ زوجہ مولوی نجم الدین سونی پتیؒ کے فرزند تھے۔ علوم کی تکمیل شاہ اسحاقؒ سے کی اور فیض باطن شاہ محمد آفاق دہلویؒ سے کیا اور ایک عرصہ ان کے ساتھ رہے۔ تحریک جہاد کے ابتدا ہی سے سرگرم معاون رہے۔ شاہ اسحاقؒ جب مدرسہ رحیمیہ میں وعظ فرماتے تو یہ مدرسہ کے دروازہ پر مجاہدین کے لیے زرِ اعانت وصول کیا کرتے تھے۔[16] آپ حادثہ بالاکوٹ کے بعد ۱۲۵۰ھ/1835ء میں شاہ اسحاقؒ کی ایماء پر جہاد کی غرض سے دہلی سے روانہ ہوئے اور مختلف مقامات پر سکھوں اور انگریزوں سے جہاد کرتے رہے بالآخر 1840ء میں ستھانہ میں وفات پائی۔[17] آپ کے دو قلمی رسائل کا ذکر ملتا ہے۔

(۱) رسالہ مولفہ ابو احمد علی۔ (اس میں آپ کے حالات ہیں)

(۲) ''مکاتیب مولوی سید نصیر الدین'' (جو اخبار مولوی سید نصیر الدین کے نام سے بھی موسوم ہے)[18]

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔[19] اور اپنے سہروردیہ سلسلہ کے شجرہ میں آپ کو مرشدِ سابق و مولانا و مرشدنا نصیر الدین مجاہد دہلویؒ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[20]

شاہ محمد اسحاقؒ کے ظاہری و باطنی اوصاف

آپ کا ظاہری سراپا انتہائی دلکش تھا۔ آپ انتہائی متقی اور باحیاء تھے۔ سرسید احمد خان آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حق جل وعلیٰ نے صورت و سیرت دونوں عطا کی تھیں آپ کی صورت سے آثار صحابیت ظاہر ہوتے تھے اور یقین ہوتا تھا کہ سید الثقلین ﷺ کی صحبت کا فیض جنہوں نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہوگی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور حسین تھیں۔ زبان میں لکنت تھی، سراپا سے معصومیت ہویدا تھی۔ لوگ ''فرشتوں کی سی صورت'' کہا کرتے تھے۔ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔ لوگوں کو تمنا تھی شاہ صاحب کی آنکھیں جو بہت خوبصورت تھیں، دیکھیں مگر تمام عمر نہ دیکھ سکے۔ راستہ چلتے تو بھی نگاہیں نیچی رہتیں اور نہایت فروتنی کے ساتھ چلتے مگر محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ راستہ میں جو دیکھتا بغیر دست بوسی کیے نہ رہتا۔ دکان دار اپنی اپنی دکانیں چھوڑ کر آتے اور مصافحہ کی سعادت حاصل کرتے۔''[21]

شاہ محمد اسحاقؒ تعلیم سے فارغ ہوئے تو تدریس ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔دن کا زیادہ حصہ تدریس میں صرف ہوتا تھا۔ تہجد پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے سو جاتے۔صبح کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتے پھر گھر چلے جاتے اور لڑکیوں کو تعلیم دیتے۔سورج دو نیزے بلند ہوتا تو درس گاہ میں تشریف لاتے اور دو پہر تک تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیتے۔دو پہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ فرماتے۔نماز ظہر مسجد میں ادا کرنے کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہو جاتا جو بعد مغرب تک جاری رہتا۔درمیان میں صرف نماز عصر کے لیے تھوڑی دیر ملتوی ہوتا، مغرب کی نماز کے بعد گھر جاتے لیکن جلد ہی لوٹ آتے اور نماز عشاء تک طلبہ کو مختلف کتابیں پڑھانے کے بعد نماز عشاء پڑھ کر استراحت فرماتے۔آپ کا یہ معمول تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ آپ کی ہجرت تک جاری رہا۔ (22)

آپ مزاجاً بڑے سخی تھے۔خلق خدا کی مدد و خدمت کر کے آپ کو روحانی مسرت ہوتی۔ایک مرتبہ درگاہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو درگاہ کے مجاور (خدام) پیچھے لگے تو آپ نے فرمایا پہلے ہم زیارت کر لیں، جب زیارت کر کے اپنی قیام گاہ پر پہنچیں تو اس وقت ہمارے پاس آنا۔مجاوروں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی قیام گاہ پر پہنچے۔اس وقت آپ نے مجاوروں کو بلا گنے اور لپیں بھر بھر کر روپے دیئے۔ (23) شاہ محمد اسحاقؒ علم کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی ہمیشہ آگے رہے اور اس معاملے میں اسلاف کے حقیقی پیرو ثابت ہوئے۔ آپ کا کردار اس حدیث مبارکہ کے مصداق تھا:

خیر الناس من ینفع الناس (24)

لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔

لوگوں کی حاجت روائی کے سلسلہ میں سفارش بھی بڑی فراخ دلی سے فرمایا کرتے تھے۔نواب فرخ آباد کو ایک سال میں ایک ہزار سفارشی خط لکھے۔انہوں نے ہر خط کی تعمیل کی۔بالآخر مجبور ہو کر عرض کیا۔آپ کے سفارشی والا نامے اس سال ایک ہزار پہنچے ہیں۔اس پر آپ نے فرمایا کہ واقعی آپ کو بہت تکلیف ہوئی مگر میں سفارش کیے بغیر نہیں رہ سکتا آپ میری تحریروں پر عمل نہ کیا کرو۔
عوام کے فرائض، نوافل، صدقات، غرض ہر عبادت میں کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہے مگر اولیاء وصوفیاء ہر عبادت کو اس کی روح کے ساتھ بجا لاتے اور ان کا ہر عمل صرف اللہ کے لئے خالص ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کی عبادات اعلیٰ درجے کی ہوتی تھیں۔آپ کو بواسیر کا عارضہ تھا۔کسی شخص نے اس کے ازالہ کے لیے آیات قرآنی پڑھنے کا عمل بتایا مگر آپ نے یہ عمل نہیں کیا۔مولوی مظفر حسین کاندھلویؒ اور نواب قطب الدین خانؒ نے اصرار کیا تو فرمایا اول تو ہم نیک عمل نہیں، ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں ان میں بھی ہم خواہش نفسانی کو داخل کر دیں اور عبادت کو عمل بنا لیں یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ (25)

آپ طلبہ سے ازحد شفقت فرماتے تھے۔آپ کے مشہور شاگرد مولوی عالم علیؒ کو اپنے طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ تین وقت کا فاقہ ہوا۔جب یہ شاہ صاحب سے سبق پڑھنے بیٹھے تو ان کی آواز میں کمزوری سے آپ سمجھ گئے کہ یہ بھوکے ہیں۔آپ فوراً اپنے گھر سے کھانا لائے اور مولوی عالم صاحبؒ کو بلا کر کھانا کھلایا اور اس دن سے ان کا کھانا اپنے ہاں مقرر کر لیا۔ (26)

شاہ محمد اسحاقؒ دورانِ تدریس اپنے ارد گرد کے ماحول سے بالکل لاتعلق ہو جاتے۔ایک دفعہ انگریز ریزیڈنٹ (سرکاری افسر) مدرسہ میں آیا اور ٹہلتا رہا۔جب درس ختم ہوا تو شاہ صاحب کے پاس آ کر پتلون کی وجہ سے ٹانگ پھیلا کر بیٹھ گیا اور بات چیت کرنے لگا۔شاہ صاحبؒ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ آپ کے پاس ہدیۃً کچھ بھجوایا کرتے تھے مگر میرے پاس کچھ ہے

نہیں کہ بھجواتا۔ جب ریزیڈنٹ چلا گیا تو بعض مسلمانوں نے ہی یہ کہہ کر شاہ صاحب کی طرف سے بدظن اور مشتعل کرنا چاہا کہ دیکھیے وہ حضور سے کیسے بے التفاتی سے پیش آئے وہ متکبر ہو گئے ہیں۔ اس پر ریزیڈنٹ نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ میں اس شاہ کا امتحان لینے گیا تھا کہ وہ دنیا سے کتنا بے پرواہ ہے۔(27) شاہ عبدالعزیزؒ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر معصومیت کا اطلاق سوائے پیغمبروں کے دوسرے پر جائز ہوتا تو اس وقت میاں اسحاق پر ہوتا۔(28) شاہ عبدالعزیزؒ کو حکومت کی طرف سے کچھ جاگیر دی گئی تھی۔ آپ نے وہ زمین اپنے دونوں نواسوں (مولانا محمد اسحاقؒ اور مولانا محمد یعقوبؒ) کو دے دی۔ عبدالرحیم ضیاء اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز کے تین موضع جاگیر میں تھے۔ حسن پور اور مراد آباد، پرگنہ سکندر آباد سے چاروں بھائیوں میں مشترک اور ایک موضع یعنی محل جبنہ پرگنہ بڈھانہ سے بلا شرکتِ غیرے آپ کے تصرف میں تھا۔ چنانچہ وہ موضع اپنے دونوں نواسوں یعنی مولانا محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب کو عطا کیا تھا۔''(29)

یہی زمین بعد میں انگریز حکومت نے ضبط کر لی تو اس کی ضبطگی پر آپ نے تبسم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حسن پور میں جو زمین داری تھی۔ سرکار (کمپنی) نے اسے ضبط کر لیا ہے اور معاش کا جو ظاہری ذریعہ تھا وہ ختم ہو گیا۔ اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا ہے۔(30) شاہ صاحبؒ عملیات سے بھی شغف رکھتے تھے۔ آپ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کو آسیب تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے آپ سے کہا کہ اس بچے کا کچھ بندوبست کرو۔ ان کے اس عمل کو ''مقالاتِ طریقت'' میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''ان دنوں مولانا (شاہ اسحاق) کو عملیات کا شوق تھا انہوں نے طالب علم کو ایک جگہ بٹھلا کر اس کے اطراف زمین پر دائرہ کھینچا۔ آپ دائرے کے باہر چھری لے کر بیٹھے رہے۔ تماشا دیکھنے کے واسطے بہت لوگ مدرسہ میں جمع ہوئے۔ حاصل کلام سوا پہر دن کے قریب ایک شے مثل ہاتھی کی سونڈ کے آسمان سے اترنے لگی۔ اترتے اترتے اس طالب علم کے سر کے قریب ہو گئی۔ مولانا اسحاق صاحبؒ نے دائرے کے اندر کود کر ایک چھری اس کے ماری، وہ سونڈ آپ کے ہاتھ سے لپٹ گئی اور چھری سے ہاتھ زخمی ہوا۔ آپ بہتیرا چھڑاتے تھے مگر وہ نہ چھوڑتی تھی۔ اتنے میں حضرت (شاہ عبدالعزیزؒ) نے تشریف فرما ہو کر فرمایا کہ تو یہاں سے جاتا ہے یا تیرے بادشاہ سے کہا جائے۔ فوراً اس کلام کو سنتے ہی وہ غائب ہو گئی۔ اس روز سے وہ طالب علم اچھا ہو گیا۔''(31)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال کی ذہانت بخشی تھی جس کا مظاہرہ دورانِ سبق اور مکالمے کے دوران سب ملاحظہ کرتے۔ آپ بات کا جواب ایسی دلیل سے دیتے کہ مخاطب ششدر رہ جاتا۔ ایک مولوی شاہ محمد اسحاقؒ کا مخالف تھا۔ اس کو کچھ ضد ہو گئی تھی کہ شاہ صاحب جو کچھ فرماتے اس کی تردید کرتا۔ ایک دن اس نے شاہ صاحب کی خدمت میں کہلوا بھیجا کہ یاد رکھنا جس چیز کو تم حرام کہو گے میں اسے حلال بتاؤں گا اور جسے تم حلال بتاؤ گے میں اسے حرام بتاؤں گا۔ شاہ صاحب نے بے ساختہ فرمایا ہم تو اس کی ماں کو اس پر حرام کہتے ہیں وہ حلال کہہ دے۔ اس جواب کو سن کر مولوی صاحب دم بخود رہ گئے۔(32)

علالت و وفات

تدریسی مصروفیات میں مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے شاہ محمد اسحاقؒ کو بواسیر کا عارضہ لاحق ہو گیا جو آخری عمر میں انتہائی شدت اختیار کر گیا۔

ایک دفعہ تو اتنے سخت دورے میں مبتلا ہو گئے کہ چھ ہفتے تک زندگی سے مایوسی رہی۔ (33) مکہ معظمہ میں تقریباً تین سال آٹھ ماہ قیام کے بعد وبائی بیماری کی لپیٹ میں آگئے اور روزہ کی حالت میں یک شنبہ رجب ۱۲۶۲ھ/ 1845ء میں وصال فرمایا اور جنت المعلیٰ میں ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے مزار مبارک کے پاس دفن ہوئے۔ (34) شیخ عبداللہ سراجؒ نے آپ کو غسل دیا۔ غسل دیتے وقت شیخ نے آپ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

واللّٰہ انہ لو عاش وقرأت علیہ الحدیث طول عمری ما نلت ما نالہٗ.

''بخدا شاہ صاحب اگر زندہ رہتے اور میں ان سے زندگی بھر حدیث پڑھتا تو بھی مجھے وہ مقام حاصل نہ ہوتا جو انہیں حاصل تھا۔'' (35)

فصل دوم

تعلیم و تعلم

حصول علم

شاہ محمد اسحاقؒ اپنے بچپن میں ہی اپنے نانا شاہ عبدالعزیزؒ کے ہاں آگئے تھے اس لیے آپ نے مدرسہ رحیمیہ سے ہی اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور کافیہ تک ابتدائی کتابیں اپنے خالو مولوی عبدالحئی بڈھانویؒ سے پڑھیں، باقی درسیات کی تکمیل شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ سے کی۔ (36) اور سند حدیث اپنے نانا شاہ عبدالعزیزؒ سے حاصل کی، جب آپ حج کرنے گئے تو حجاز میں شیخ عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول مکیؒ سے مسلسلات کی سند حاصل کی۔ (37)

خود شاہ محمد اسحاقؒ کا بیان ہے:

''ہمارے خاندان کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے تورات وانجیل وزبور پڑھا دیا کرتے تھے کیوں کہ بغیر ان کتابوں کے پڑھے قرآن شریف کا لطف نہیں آتا، اسی قاعدے کے مطابق مجھے بھی یہ کتابیں پڑھائی گئیں اور اس لیے میں عیسائی مذہب سے ناواقف نہیں ہوں۔'' (38)

شاہ محمد اسحاقؒ کے نصاب درس کی تفصیل کسی کتاب میں موجود نہیں ہے مگر مندرجہ بالا حوالے میں خود شاہ اسحاقؒ نے اپنے خاندان کے قاعدے کی بات کی ہے کہ انہوں نے خاندانِ رحیمیہ کا نصاب پڑھا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے والد گرامی سے تمام علوم عقلی ونقلی میں بھرپور استفادہ کیا اور اپنا نصاب بڑی تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ (39) آپ نے بعد میں آنے والوں کے لیے مؤطا، تفسیر جلالین (40) اور حدیث کی تمام اہم کتب (41) کے ساتھ ساتھ اپنی حسب ذیل تصنیفات بھی نصاب میں شامل کرنے کی ہدایت کی (42)۔

(۱) المسوّیٰ (شرح موطا) (۲) حجۃ اللہ البالغہ (۳) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

(۴) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (۵) القول الجمیل (۶) مسلسلات

(۷) النخبہ فی سلسلۃ الصحبہ (۸) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

مندرجہ بالا حوالہ جات سے شاہ ولی اللہؒ کے تجویز کردہ نصاب کا پتہ چلا۔ شاہ ولی اللہؒ کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ نے بھی کم وبیش اسی نصاب درس کو برقرار رکھا۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے اپنے نانا شاہ عبدالعزیزؒ سے اپنے دوسرے تمام اساتذہ سے زیادہ کسبِ فیض کیا اور ان سے رائج نصابِ درس کے علاوہ دوسرے فنون بھی سیکھے۔ خود شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے تھے کہ میں نے جن علوم کو سیکھا ہے، ان کی کل تعداد ایک سو پچاس 150 ہے۔ (43)

اس کے علاوہ دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق آپ جدید علوم حاصل کرنے کی بھی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ مثلاً اردو زبان اس دور میں ابھی مدارس کے مروجہ نصاب میں داخل ہو رہی تھی اور اپنی ترقی کے ابتدائی دور سے گزر رہی تھی۔ علماء تعلیم وتعلم کے لئے ابھی فارسی زبان کا استعمال کرتے تھے۔ آپ نے اردو میں مہارت اور اصلاح کے لئے خواجہ میر دردؒ کی صحبت اختیار کی۔ (44)

زبان کی یہی مہارت شاہ محمد اسحاقؒ تک منتقل ہوئی اور آپ کو ہی یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کا پہلا اردو ترجمہ کیا۔ جدید رجحانات کو قبول کرنے کے رویہ کی وجہ سے ہی شاہ عبدالعزیزؒ نے انگریزی زبان کے حصول کا فتویٰ بھی دیا۔ انگریزی زبان کا حصول جائز ہے یا ناجائز کی بابت شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ درج ذیل ہے:

'' آئینِ خط و کتابت و لغت اصطلاح اینهارا دانستن با کے ندارد ''(45)

''خط و کتابت زبان اور اصطلاحات کا جاننا بے ضرر ہے'' (مگر یہ اجازت غیر مشروط نہیں ہے بلکہ نیت نیک ہو)

اس فتویٰ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف علوم کو غیر ملکی علوم کہہ کر ان پر قدغن لگانا علمائے حق کا شیوہ نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ کے باوجود انگریزی زبان کو سیکھنا جائز قرار دیا اور بعینہٖ یہی رویہ شاہ محمد اسحاقؒ کا ہوتا تھا۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی میں ان نام نہاد علماء کا حصہ سب سے زیادہ ہے جو اپنے ذاتی مفادات کے لئے جدید علوم کو سیکھنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔
شاہ عبدالعزیزؒ کے ہاں نورینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے شاہ اسحاقؒ نے آپ کے ہاں ہی پرورش پائی، اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت میں شاہ عبدالعزیزؒ نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ شاہ محمد اسحاقؒ کو اپنے نانا کے تمام علوم اور اعلیٰ نظریات میں سے وافر حصہ ملا۔ ان کھلے اور اعتدال پسند نظریات کی وجہ سے ہی کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود آپ اور آپ کے نانا کی تعلیمات کی اہمیت اسی طرح قائم ہے، جس طرح ان کے اپنے زمانے میں تھی جبکہ تنگ نظر، فرسودہ اور ہٹ دھرمی پر مبنی نظریات وقتی طور پر معاشرے میں اپنی جگہ بنا بھی لیں مگر وہ رفتارِ زمانہ کا مقابلہ نہیں کر پاتے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔ اسی رویہ کے متعلق حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے یوں فرمایا تھا۔

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد

ہر دور میں طواف اس کا کرتا ہے زمانہ(46)

شاہ عبدالعزیزؒ کے علاوہ جن دوسرے اساتذہ سے آپ نے کسبِ فیض کیا، ان میں سے عبدالحئیؒ بڈھانویؒ آپ کے خالو تھے۔ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ آپ کے نانا کے بھائی تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی آپ کی تربیت کے معاملہ میں کوئی کسر نہ رہنے دی۔ شاہ رفیع الدینؒ اتنے بلند پایہ عالم تھے کہ بیک وقت کئی علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے جن کا تفصیلی تذکرہ اساتذہ کے ذیل میں موجود ہے۔ آپ کی ریاضی میں مہارت کے متعلق خود شاہ عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے:

'' در فن ریاضی مثل مولوی رفیع الدین در هندو ولایات نخواهد بود۔''(47)

''ریاضی کے فن میں مولوی رفیع الدینؒ کی مثل ہندوستان اور ولایت میں کوئی نہیں ہوگا۔''

شاہ محمد اسحاقؒ نے دورانِ طالب علمی شاہ رفیع الدینؒ سے ان تمام علوم میں خاطر خواہ استفادہ کیا۔ شاہ عبدالقادرؒ کا رجحان سلوک و عرفان کی جانب تھا اور آپ کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ آپ کا مستقل قیام مسجد اکبر آبادی میں تھا اور وہیں طلباء آپ سے پڑھنے جاتے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ عبدالقادرؒ کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ شاہ اسحاقؒ کے تزکیہ باطن کی طرف بھی دھیان دیں۔(48)

الغرض شاہ محمد اسحاقؒ وہ خوش قسمت فرد ہیں جن کو اپنے دور بلکہ ہندوستان کی بلند ترین ہستیوں کی رفاقت نصیب ہوئی اور آپ کی علمی، فکری، اخلاقی، روحانی، ادبی، تحریری، ہر طرح کی صلاحیتیں اپنے کمال کو پہنچیں اور آپ نے اپنے بزرگوں سے حاصل کردہ فیض کو بانٹنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور اپنی تمام عمر دین کی خدمت میں صرف کر دی۔

علمائے حق نے ہر دور میں پیش آنے والے مسائل سے عہدہ برآ ہونے اور اسلام کے دفاع اور سربلندی کے لئے قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے مروجہ علوم وفنون سے آگاہی کو بھی ضروری سمجھا ہے اور شاہ محمد اسحاقؒ کا دور تو سیاسی، معاشرتی اور مذہبی طور پر مسلمانوں کے زوال کا دور تھا۔ اس لئے آپ نے ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے خاصی سرگرمی دکھائی اور جدید علوم کو سیکھنے، دوسری زبانوں کو جاننے، حتیٰ کہ دوسرے ادیان کا مطالعہ اور مختلف فنون سیکھنے میں کوئی کمی نہ رہنے دی، جسکا واضح ثبوت درج بالا تذکرہ میں مل چکا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اور خاندانِ ولی اللّٰہی نے اپنا نصاب بھی انتہائی حد تک جدید و جامع رکھا اور آنے والے ادوار کے علماء کے لئے مثبت تبدیلی کو کھلے دل کے ساتھ قبول کرنے کا جواز فراہم کر دیا۔

باطنی تعلیم

شاہ عبدالعزیزؒ اپنے شاگردوں کی علمی وعقلی تربیت واصلاح کے ساتھ ان کی روحانی و باطنی تربیت بھی فرماتے۔ آپ نے شاہ محمد اسحاقؒ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا اور بزرگانِ تصوف کے ہاں رائج طریقوں کے ذریعے ان کے باطنی تزکیہ کے لئے کوشش کرتے رہے۔ شاہ محمد اسحاقؒ خود فرماتے تھے کہ جب شاہ عبدالعزیزؒ میرے قلب پر متوجہ ہوتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ مہین بوندوں کی پھوار پڑ رہی ہے۔ (49)

شاہ محمد اسحاقؒ فطرتاً سعید وصالح تھے۔ دینی اور اخلاقی ماحول ملنے کی وجہ سے آپ نے روحانی تزکیہ کی منازل بہت تیزی کے ساتھ طے کیں اور باقاعدہ سلوک واسباقِ روحانی طے کئے بغیر ہی مرتبہ ولایت پر فائز ہو گئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ عبدالقادرؒ سے کہا کہ اسحاق کی طرف بھی توجہ کیا کرو جس پر شاہ عبدالقادرؒ نے جواب دیا کہ اسحاق کو اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ دین کے معاملہ میں اپنی ریاضت اور صالح فطرت کی بدولت ہی باقاعدہ سلوک طے کرنے والوں سے آگے ہے۔ (50)

باطنی تزکیہ کا یہ سلسلہ اگرچہ شاہ اسحاقؒ نے باقاعدہ طور پر تو جاری نہ رکھا مگر وقتاً فوقتاً خاص شاگردوں اور معتقدین کی روحانی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کو مختلف مراقبے اور اذکار تلقین فرماتے۔ ایک دفعہ آپؒ سے مراقبے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مراقبہ اللہ تعالیٰ کی صفات یعنی۔ علم۔ قدرت، رحمت اور احاطہ میں غور وفکر کرنے کو کہتے ہیں جو انتہائی مستحسن ہے اور حجۃ اللہ البالغہ سے شاہ ولی اللہ کی مندرذیل عبارت نقل فرمائی:

''صفات باری تعالیٰ جیسے علم قدرت رحمت احاطہ میں سوچ بچار کرنا ہی اہل سلوک کے ہاں مراقبہ کہلاتا ہے اور اس کا ماخذ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ احسان یہ ہے کہ اس طریقہ سے اللہ کی تو عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے نیز اس کا ماخذ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ کو پیش نظر رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جو شخص تفکر کی طاقت رکھتا ہو وہ یہ پڑھا کرے وھو معکم اینما کنتم (51) اور خدا تعالیٰ تمھارے ساتھ ہیں جہاں کہیں بھی تم ہو''(52)

آپؒ نے حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کو مراقبہ کی تلقین کی، حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں:

''شاہ صاحبؒ نے چند وصایا فرمائے۔ ازاں بعد جملہ یہ کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا چاہیے اور یہ کہ تاامکان خود قوتِ حرام ومشتبہ سے پرہیز واجب جانے کہ لقمہ حرام مشتبہ سے برابر نقصان ہے اور مراقبہ الم

تعلم بان الله یری تعلیم فرمایا تا کہ ملاحظہ معنی صورت رویت حق تعالیٰ خود کو ملاحظہ کرے اور اس پر مواظبت رکھے تا کہ وجدان صورت ملکیہ کا ہووے اور دوسری باتیں تعلیم فرمائیں اور اپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اور فرمایا فی الحال بعد زیارت مدینہ طیبہ تمہارا ہند کو جانا قرین مصلحت ہے پھر توان شاءاللہ تمام تعلقات منقطع کر کے اور بہ ہمت یہاں آؤ گے۔ البتہ چندے صبر ضروری ہے۔''(53)

شاہ محمد اسحاقؒ صوفیا اور اولیا اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اکثر اجمیر شریف جاتے اور وہاں قیام کرتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔(54)

سفر حج اور حصول اجازہ

شاہ عبدالعزیزؒ کے وصال کے بعد ۱۲۴۰ھ/1824ء میں شاہ محمد اسحاقؒ فریضۂ حج کے لیے حجاز تشریف لے گئے اور دو سال بعد واپس تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر 42 سال ہو چکی تھی۔ اس سفر میں شاہ صاحب نے حج کے علاوہ حدیث نبوی ﷺ کی قرأت وسماعت بھی کی اور مکہ معظمہ میں استاد وقت شیخ عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول المکی الحنفی سے سند حدیث حاصل کی۔(55)

شیخ عمر بن عبدالکریمؒ نے شاہ محمد اسحاقؒ کو حسب ذیل ''اجازۃ'' بھی لکھ کر دیا تھا۔ جس میں آپ کو روایت حدیث کی عام اجازت دی۔ اس کے متعلق مولانا محمود احمد برکاتی کا دعویٰ ہے کہ یہ اجازہ مخطوطے کی شکل میں صرف ان کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

''الحمد لله والصلوة والسلام علىٰ رسول الله واله وصحبه وبعد فيقول الفقير الحقير عمر بن عبد الكريم ابن عبد الرسول عفا الله تعالىٰ عنه انه قد سمع منى جميع هذا المولف العلامه الفهامة التقى الناسک مولانا و سيدنا الشيخ محمد اسحاق بن مولانا محمد افضل الدهلوى سبط مولانا المولوى عبد العزيز العلامة بقرأة غيره على وهو يسمع وقد اجزته بجميع ما اومأ اليه هذا التاليف من التصنيف والتاليف. بحق روايتى له عن شيخنا العلامه محمد طاهر بن العلامه الشيخ محمد سعيد سنبل عن والده محمد سنبل المذكور مؤلف هذا التاليف بسنده واصله بل واجزت المذكور مولانا محمد اسحاق المذكور بكل ما ثبت عنده ان لى روايته والله ينفعه به ويجعل الجميع من حزبه وصلى الله علىٰ سيدنا محمد آله وصحبه وسلم.''(56)

مہر (عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول)

ترجمہ:

بعد الحمد والصلوۃ بندہ فقیر عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول کہتا ہے کہ مجھ سے علامہ فہامہ مولانا الشیخ محمد اسحاق

بن مولانا محمد افضل دہلوی جو کہ مولانا عبدالعزیز کے خاندان سے ہیں، نے یہ ساری کتاب سنی اس طرح کہ ان کے علاوہ کوئی اور طالب علم میرے سامنے پڑھ رہا تھا اور یہ سن رہے تھے اور میں نے ان کو اس تالیف میں موجود تمام روایات کی اجازت دی (تصنیف وتالیف کیلئے)۔اس میں وہ میری اس سند سے حدیث نقل کریں گئے جو محمد طاہر بن علامہ شیخ محمد سعید سنبل سے ان کے والد محمد سنبل کے واسطے سے ہے جن کا تذکرہ اس تالیف کے مولف کے طور پر ہوا ہے۔اس کتاب کی سند اور اصل دونوں کی اجازت دی گئی ہے۔ بلکہ میں نے مولانا محمد اسحاق کو ہر وہ حدیث روایت کرنے کی اجازت دی ہے جس کے بارے میں ان کو پختہ علم حاصل ہو جائے کہ یہ میری روایت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو اس سے نفع عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنی جماعت میں شامل فرمائے صلی اللہ علی سیدنا محمد آلہ واصحابہ وسلم۔

مسلسلات شاہ محمد اسحاقؒ

تسلسل اسنادِ حدیث کی ایک ایسی قسم ہے جس میں راویان کی خاص حالت یا کوئی صفت تسلسل سے نقل ہوتی آتی ہے۔اس طریقے سے حفظ وضبط کا خاص اہتمام ہو جاتا ہے اور انقطاع کا شائبہ نہیں رہتا۔اس کی دو بنیادی اقسام ہیں۔

1۔روایت کی صفت میں تسلسل کا پایا جانا مثلاً روایت کرتے وقت راوی کا،سمعت،حدثنا یا اخبرنا کہنا۔

2۔ راوی کی صفت میں تسلسل کا ہونا یعنی روایت بیان کرنے والا وہی فعل کرے جو اس کے استاد نے حدیث سناتے وقت کیا اور یہ فعل مسلسل نقل ہوا ہو حتیٰ کہ یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ تک جا پہنچے۔ (57)

شاہ محمد اسحاقؒ سے کئی مسلسلات منقول ہیں جن میں سے ایک حدیث مسلسل بالاسودین ہے۔جو حضرت علیؓ سے مروی ہے اس کی پوری سند میں سند کے ہر راوی نے اپنے شاگرد کو حدیث سناتے ہوئے پانی اور کھجور سے تواضع فرمائی اور پوری سند میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔یہ حدیث بمع سند حسب ذیل ہے۔

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. قال العبد الضعیف محمد اسحاق اضافنا الشیخ فرید عصره عبد العزیز بالاسودین التمر والماء قال اضافنا الشیخ ولی الله بالاسودین. التمر والماء قال اضافنا شیخنا ابو طاهر بالاسودین التمر والماء قال اضافنا شیخنا محمد بن محمد بن سلیمان المغربی البردانی نزیل مکة الشریفة بالاسودین التمر والماء قال اضافنی ابو عثمان سیدی سعید بن ابراهیم الجزری عرف بقدوره بالاسودین التمر والماء قال اضافنی الشیخ الصدور الا وحدی سیدی احمد حج الوهر انی بالاسودین التمر والماء قال اضافنی الشیخ شیخ الانام موضحة طریقته الاسلام ابو سالم سیدی ابراهیم النازی البلینی بالاسودین التمر والماء قال اضافنی الشیخ العالم الولی ابو الفتح محمد بن ابی بکر بن الحسین المراعی المدنی بمنزلة بالمدینة تمرا

و ماء في يوم الخميس شهر المحرام سنة احدى و ثلثين و ثمان و قرأ علينا اخبرنا الحافظ معين الدين سليمان بن ابراهيم الطوى اليماني بقراتي عليه تبصير قال اخبرني والدي اجازة قال اخبرنا القضية تقي الدين عمر بن علي.

الشمسي قال اضافنا شيخنا القاضي فخر الدين الطبري في تزلة او بياه الاسودين التمر والماء قال اضافنا شيخنا الامام فخر الدين محمد بن ابراهيم الخيري الفارسي على الاسودين التمر والماء قال اضافنا شيخنا الحافظ ابو العلاء الصمداني بها على الاسودين التمر والماء قال اضافنا الشيخ ابو بكر هبة الله بن الفرج الكاتب المعروف بابن اخت الطويل الهمداني على الاسودين التمر والماء قال اضافنا ابو جعفر محمد ابن الحسين بن محمد بن ابراهيم الصوفي على الاسودين التمر والماء قال اضافني ابو الحسن على ابن الحسن الواعظ على الاسودين التمر والماء قال اضافنا ابو شيبة احمد بن ابراهيم العطار المخرومي بالرد ان على الاسودين التمر والماء قال اضافنا جعفر بن محمد بن عاصم الدمشقي على الاسودين التمر والماء قال اضافنا نوفل بن الهاد على الاسودين التمر والماء قال اضافنا عبد الله ميمون الصاح على الاسودين التمر والماء قال اضافنا جعفر بن محمد الصادق على الاسودين التمر والماء قال اضافنا ابي محمد بن علي الباقر على الاسودين التمر والماء قال اضافنا ابي علي ابن الحسين بن علي على الاسودين التمر والماء قال اضافني ابي قال اضافني علي كرم الله وجهه على الاسودين التمر والماء قال اضافنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على الاسودين التمر والماء قال اضاف مومنًا فكانما اضاف آدم و حوا ومن اضاف ثلثة فكانما اضاف جبرئيل و ميكائيل واسرافيل ومن اضاف اربعة فكانما قرأ التوريت والانجيل والزبور والفرقان ومن اضاف خمسة فكانما صلى الصلوات الخمس في الجماعة من يوم خلق الله الخلق الى يوم القيامة ومن اضاف ستة فكانما اعتق ستون رقبة من ولد اسماعيل ومن اضاف سبعة غلقت عنه سبعة ابواب جهنم ومن اضاف عشرة كتب الله له اجر من صلى وصام وحج واعتمر الى يوم القيامة.''(88)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری اسودین (کھجور اور پانی) کے ساتھ ضیافت کی اور فرمایا" جس نے ایک مومن کی مہمان نوازی کی گویا کہ اس نے آدم اور حوا کی ضیافت کی۔ جس نے تین مومنین کی مہمان نوازی کی گویا کہ اس نے جبرائیل، اسرافیل اور میکائیل کی مہمان نوازی کی اور جس نے چار مومنین کی مہمان نوازی کی گویا کہ اُس نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک پڑھا۔ اور جس نے پانچ مومنین کی مہمان نوازی کی گویا کہ اُس نے پانچ نمازیں باجماعت ادا کیں (مخلوق کے پیدا ہونے کے دن سے لے کر قیامت کے دن تک) جس نے چھ مومنین کی مہمان نوازی کی گویا کہ اُس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ساٹھ غلاموں کو آزاد کیا۔ جس نے سات مومنین کی مہمان نوازی کی اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے گئے۔ جس نے دس مومنین کی مہمان نوازی کی اللہ نے اسکے لئے اتنا اجر لکھا ہے (جس نے قیامت کے دن تک نماز، روزہ اور حج وعمرہ ادا کیا)

وعظ وتذکیر

شاہ عبدالعزیزؒ طلباء کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عوام کی اصلاح کے لئے بھی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں وعظ کے لئے آپ نے چند دن مخصوص کر رکھے تھے۔ مدرسہ رحیمیہ کی ساکھ اور آپ کی شخصیت کی وجہ سے اس سلسلہ کو بہت پذیرائی ملی۔ دورانِ درس عوام وخواص کا بہت بڑا طبقہ موجود ہوتا۔ اس کے متعلق سرسید احمد بیان کرتے ہیں:

''ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور شائقین صادق العقیدت وصافی نہاد خواص وعوام مور دبلغ سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریقہ رشد وہدایت کا استفادہ کرتے تھے۔''(59)

یہ سلسلہ ہفتہ میں دو دن منگل اور جمعہ کو کوچہ چیلان دہلی میں بغیر تعطل کے جاری رہتا۔(60) شاہ عبدالعزیزؒ نے مختلف امراض کے باوجود وعظ ونصیحت کے سلسلہ کو منقطع نہ ہونے دیا۔ حتیٰ کہ اپنی عمر کے آخری ایام میں مرض کی شدت کے باوجود وعظ کے لئے جاتے۔ آخری ایام میں آپ کے وعظ کا تذکرہ یوں بیان ہوتا ہے:

''وعظ کا دن آیا تو حضرت نے فرمایا مجھ کو پکڑے رہیو جب بیان کرنے لگوں تب چھوڑ دیجیو۔ ایسا ہی کیا پھر بدستور وعظ فرمانے لگے۔ ہزاروں آدمی جمع ہوئے۔ آواز اشخاص قریب کے کان میں جتنی پہنچتی تھی اسی قدر اشخاص بعید کے کان میں پہنچتی تھی۔ جو عالم وفاضل سمجھتا تھا اسی قدر جاہل سمجھتا تھا۔''(61)

شاہ محمد اسحاقؒ نے بھی شاہ عبدالعزیزؒ کی حیات میں ہی مواعظ کا یہ سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ابتداءً وہ آغاز وعظ میں تلاوت قرآن کریم اور قرأت احادیث کیا کرتے تھے۔ پھر وعظ میں بھی شاہ عبدالعزیزؒ کا ساتھ دینے لگے۔ آپ کے وصال کے بعد شاہ محمد اسحاقؒ نے یہ سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا اور ہر چار دن بعد پابندی کے ساتھ عوام کی اصلاح کے لئے وعظ فرماتے۔(62)

عوام وخواص کی بڑی تعداد ذوق وشوق کے ساتھ آپ کے درس میں آتی اور مستفید ہوتی۔ آپ کے درس کو بھی شاہ عبدالعزیزؒ کے وعظ کی طرح بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ سرسید آپ کے درس کی مقبولیت کے متعلق فرماتے ہیں:

---

*مسلسلات میں درج صرف حدیث کے متن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

''میں شاہ اسحاق کے وعظ میں حاضر ہوتا تھا۔ باہر مَردوں کا ہجوم ہے، زنانے میں عورتیں جمع ہیں۔ نہ ڈولیوں کا شمار ہوتا نہ پالکیوں کی گنتی۔ شاہی محلات تک کی بیگمات حاضر ہوتیں۔'' (63)

اپنے مدرسے کے علاوہ شاہ صاحبؒ دوسرے مقامات پر بھی پند ونصیحت کے لیے بلائے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ بادشاہ ☆ وقت بھی وقتاً فوقتاً آپ کے نصائح سے مستفید ہوتا۔ (64)

عبدالرحیم ضیاء شاہ محمد اسحاقؒ کی ایک مجلس کا حال بیان کرتے ہیں:

''دسویں کونہیں نویں کو یہ بیان ہوتا تھا۔ ایک روز پیشتر بہادر شاہ یا کوئی وزیر یا شہزادہ دعوت کے واسطے حاضر ہوتا تھا اور بروز شنبہ سواریاں آتیں مع خدام تشریف فرما ہوتے مجلس عام ہوتی تو جو چاہتا چلا جاتا۔ چونکہ سونے کے کڑے پہنے تھا آستین سے بند کرلیا اور جب تک مولانا بیٹھے رہے مودب بیٹھا رہا۔ اس مجلس میں سرالشہادتین (یہ شاہ عبدالعزیزؒ کا رسالہ ہے) پڑھی جاتی تھی۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ اگلے بادشاہ درویش ہوا کرتے تھے۔ فرمایا بادشاہ دراصل وہی ہے جو گدا ہے۔ گدا بادشاہ ست ونام شہ گدا۔'' (65)

افتاء

مدرسہ رحیمیہ صرف دہلی نہیں بلکہ پورے برصغیر کے لئے مذہبی مرکز کا کردار ادا کرتا تھا۔ اس ادارہ میں جہاں ملک کے گوشے گوشے سے ہزاروں طالبانِ علم آ کر حصول علم کی سعادت حاصل کرتے وہاں حاضری سے معذور علماء اپنی علمی مشکلات کا حل خط وکتابت کے ذریعہ جاننا چاہتے تھے اور اُمراء وعہدیداران بھی اپنی مشکلات ان کے جوابات سے دور کرتے۔ عوام دینی وفقہی مسائل دریافت کرتے اور یہاں سے فتوے دیئے جاتے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی حیات ہی میں شاہ رفیع الدینؒ کے وصال ۱۲۳۳ھ کے بعد ہی علمی سوالات اور استفتا شاہ محمد اسحاقؒ کے ذمہ کر دیئے گئے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد تو یہ ذمہ داری تمام تر شاہ محمد اسحاقؒ پر آ پڑی۔ آپ کے تدریسی معمولات چونکہ انتہائی سخت تھے۔ وقت کی کمی کے باعث اس کام کے لئے آپ عموماً طلباء کی ذمہ داری لگا دیتے۔ (66)

سید نذیر حسینؒ لکھتے ہیں:

''دریں ازمنہ کثیرہ صدہا فتاویٰ اتفاق تحریر رو داد۔ جناب مولانا مرحوم بنا بر امتحان ونیز کارگزاری مستفتیان سوالہائے سیرت می فرمودند برائے تحریر جوابات۔'' (67)

''(اپنی طالب علمی کی) اس طویل مدت میں مجھے صدہا فتاویٰ لکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور جناب مولانا مرحوم ہم طلبہ کے امتحان کی خاطر اور فتوے طلب کرنے والوں کا کام نکلنے کی غرض سے سوالات میرے سپرد کر کے جوابات لکھنے کا حکم دیتے تھے۔''

☆ شاہ محمد اسحاقؒ کے دور میں اکبر شاہ ثانی حکمران تھا اس کے بعد 1837ء میں سراج الدین ظفر بادشاہ بنا۔

مولانا محمد محسن ترھٹی بھی فتاویٰ نویسی کی بابت فرماتے ہیں:

اخبرنا بعض المشائخ انه كان فی اصحابه رجال سوء وكان هو بحسن الظن بهم فاذا رفعت اليه مسئلة رفعها الى من حضر مهنم فربما كانوا يدسون فی جوابها بعض ما يوافق اهوائهم.(68)

''ہمیں بعض بزرگوں نے بتایا کہ شاہ صاحب کے طلبہ میں بعض غلط قسم کے لوگ بھی تھے اور شاہ صاحب ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے پاس کوئی استفتا آتا تو وہ کسی ایک کے سپرد فرمادیتے اور یہ لوگ عموماً ان فتاویٰ میں اپنی مرضی کے جواب لکھ دیتے تھے۔''

اساتذہ

شاہ محمد اسحاقؒ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا، وہ تمام خاندانِ ولی اللّٰہی سے ہی تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے آپ کی ظاہری و باطنی تربیت بہت بہترین طریقے پر کی۔ ان کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

شاہ عبدالعزیزؒ ۲۲ رمضان ۱۱۵۹ھ بمطابق 1745ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حفظِ قرآن کے بعد اکثر درسی کتب اپنے والد شاہ ولی اللہؒ سے پڑھیں۔ آپ کی عمر سولہ برس تھی جب شاہ ولی اللہؒ کی وفات ہوئی۔ بعد میں آپ نے نوراللہ بڈھانوی، شیخ محمد امین کشمیری اور شیخ محمد عاشق پھلتی کے حلقہ درس میں شامل ہو کر تحصیل علم سے فراغت حاصل کی اور شاہ ولی اللہؒ کی مسندِ درس سنبھالی۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، ادبیات، عربی، صرف ونحو، منطق وفلسفہ میں دسترس حاصل تھی۔ آپ کی ذہانت، فہم اور منفرد حافظے اور بے مثال فن خطابت کی بدولت آپ کی شہرت پورے ملک میں پھیل گئی اور دور دراز علاقوں سے علماء اور طلباء علم کے حصول کے لئے آنے لگے۔

شاہ صاحب کو علماء نے سراج الہند، شیخ وقت، امام العصر، عالمِ کبیر اور حجتہ اللہ جیسے القابات سے نوازا ہے۔ آپ کو مروجہ علوم و فنون پر مکمل دسترس تھی مگر قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ سے بالخصوص شغف تھا۔ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ حدیث نبوی کی تبلیغ اور تدریس میں صرف ہوا۔ خود فرماتے ہیں:

''جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے ایک سو پچاس علوم ہیں۔ نصف سابقین اولین کے ہیں اور نصف علم اس امت میں ہیں۔''(69)

شاہ صاحبؒ کا زمانہ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے نہایت مشکل تھا۔ مغل حکومت دم توڑ رہی تھی اور انگریز پورے ملک پر قبضہ جما رہے تھے۔ ان حالات میں شاہ صاحبؒ نے ایک طرف تو شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ جیسے نامور مجاہد تیار کئے اور دوسری طرف سینکڑوں ایسے قابل علماء پیدا کئے جنہوں نے پوری دنیا میں اسلام کی بجھتی ہوئی شمع کو روشن رکھنے میں اپنی پوری زندگیاں لگا دیں اس کے علاوہ تحریر کا ایسا وسیع اور منفرد ذخیرہ چھوڑا جن سے آج تک استفادہ کیا جارہا ہے۔

تفسیر فتح العزیز

یہ تفسیرعزیزی کے نام سے مشہور ہے جو فارسی میں ہے اور سوا تین پاروں پر مشتمل ہے۔ سورۃ فاتحہ سے دوسرے پارہ کے ربع تک اور پارہ نمبر 29 اور 30۔ یہ تفسیر کئی بڑی بڑی جلدوں پر مشتمل تھی لیکن 1857ء کے ہنگاموں میں اس کا بیشتر حصہ ضائع ہو گیا۔ (70)

عجالہ نافعہ

فارسی میں علم اصول حدیث کے مختصر مگر جامع قوانین ہیں۔

بستان المحدثین

فارسی میں عالم اسلام کے محدثین کے تاریخی حالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے بعد یہ کتاب اس موضوع پر ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔

سر الشہادتین

عربی زبان میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے حالات وفضائل اور شہادت کے مستند واقعات پر مشتمل ہے۔

عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس

عربی زبان میں خلفائے راشدینؓ کے حالات پر مشتمل ہے۔

فتاویٰ عزیزی

اس میں فارسی میں آپ کے رسائل اور فتوے ہیں۔

تحفہ اثناعشریہ

فارسی زبان میں آپ کی یہ کتاب شیعہ اور اہلسنت کے مسائل وعقائد کا دائرۃ المعارف کہلاتی ہے۔ اس کے تتمہ کے طور پر شاہ صاحب نے فارسی زبان میں رسالہ ''السرّ الجلیل فی مسئلۃ التفضیل'' بھی لکھا۔

میزان البلاغہ

عربی زبان میں علمِ بلاغت کے قواعد پر مشتمل ہے۔

حواشی بدیع الزمان

یہ عربی زبان میں بدیع الزمان کی شرح ہے جس میں منطق کے مسائل کو بخوبی سمجھایا گیا ہے۔

ملفوظات عزیزی

شاہ عبدالعزیزؒ کی روزمرہ مجالس کا مجموعہ ہے جس میں تاریخی واقعات، شریعت وطریقت، دینی وعلمی مسائل، حدیث وتفسیر کے گوشے، شاہ ولی اللہ اور مختلف علماء کے مختصر تذکروں کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ ایک بہت ہی نادر کتاب کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

ان کے علاوہ آپ کی دوسری تصانیف میں شرح میزان المنطق، شرح میزان العقائد، نظام العقائد، میزان الکلام، اعجاز البلاغۃ، رسالہ فی الانساب، رسالہ تحقیق الرؤیا، حاشیہ علی قول الجمیل اور دیگر کئی چھوٹی کتب اور رسائل شامل ہیں جو آپ کی علمی جلالت اور عظمت کی آئینہ دار ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جنہوں نے علم وکمال، تقویٰ، تحقیق وتدوین، تدریس وتصنیف،

اشاعت دین، وعظ وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ میں بلند مراتب حاصل کئے۔ آپ کا انتقال شوال ۱۲۳۹ھ بمطابق 17 جولائی 1823ء کو ہوا۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے جانشین شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ نے پڑھائی۔ اور آپ کو دہلی کے ترکمان دروازے کے باہر شاہ ولی اللہؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (71)

شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ

آپ ۱۱۶۳ھ/1749ء میں شاہ ولی اللہؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ عمر میں شاہ عبدالعزیزؒ سے چھوٹے اور شاہ عبدالقادرؒ سے بڑے تھے۔ آپ کی تعلیم وتربیت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ نے کی۔ آپ بیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور ساتھ ہی مدرسہ رحیمیہ میں مدرس کے فرائض انجام دینے لگے۔ آپ کو بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ اور جملہ علوم وفنون پر کمال حاصل تھا۔ آپ عربی کے شاعر بھی تھے۔ آپ مختلف علوم کو ایسے پڑھاتے کہ معلوم ہوتا کہ آپ ہی اس فن کے امام ہیں۔ آپ نے شاہ عاشق پھلتیؒ سے اخذ طریقت کیا تھا، اس لئے تزکیہ باطن کی تعلیم بھی فرماتے۔ (72)

سر سید آپ کے بارے میں فرماتے ہیں

''آپ کے افاضہ فیض باطن کا یہ حال تھا کہ اگر ان کے وقت میں جنید بغدادی اور حسن بصری ہوتے تو بے شک اس فن میں اپنے تئیں کم ترین مستفیدان تصور کرتے''(73)

شاہ رفیع الدینؒ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

ترجمہ قرآن کریم

اردو زبان میں پہلا لفظی ترجمہ آپ نے کیا جو آج تک مقبول ہے۔

دمغ الباطل

یہ کتاب مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود پر مشتمل ہے۔

اسرار المحبۃ

یہ کتاب عربی زبان میں پانچ قصائد پر مشتمل ہے۔

تکمیل الاذہان

یہ کتاب عربی زبان میں منطق، امور عامہ، فن تحصیل اور تطبیق آراء پر مشتمل ہے۔

تفسیر آیت نور

اس رسالہ میں آیت نور کی تفسیر ہے۔ معارف الٰہی پر بحث کرنے والے پانچ گروہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قیامت نامہ

یہ کتاب فارسی زبان میں قیامت اور آخرت کے حالات عبرت آموز انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

مجموعہ رسائل

اس مجموعہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ دس رسائل پر مشتمل ہے اور دوسرے مجموعہ میں انیس رسائل شامل کئے گئے ہیں۔ ان

دونوں مجموعوں کو ادارۂ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے (74)۔

اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر شاہ صاحبؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔

رسالہ فی اثبات شق القمر و ابطال براہین الحکمۃ، رسالہ فی الحجاب، رسالہ فی برہان التمانع، رسالہ سمت قبلہ، حاشیہ علی میر زاہد رسالہ فی بحث العلم، تکمیل الصناعہ، قصیدہ عینیہ فی رد قصیدہ الشیخ ابن سینا، رسالہ تعدیلات الحکمۃ المتحیرۃ، تخمیس علی بعض العقائد الوالدہ فی تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود، قصیدہ فی بیان معراج النبی ﷺ، تفسیر سورۃ البقرہ، تنبیہ الغافلین، الدرر والدراری، منہیات تکمیل الاذہان، مخمس، رسالہ فی المنطق۔

عالمِ اسلام کا یہ عظیم اور قابلِ فخر سپوت ۱۲۳۳ھ کو دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ آپ کی وفات پر شاہ عبدالعزیزؒ بہت غمگین تھے اور نابینا ہونے کے باوجود آپ کی میت کو اٹھانے کی کوشش کی۔ (75)

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ

آپ ۱۱۶۷ھ/1753ء میں شاہ ولی اللہؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ محترم سے ابتدائی علوم حاصل کیے اور ان کی تکمیل شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عاشق پھلتیؒ سے کی۔ حصول علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور تمام عمر اسی مصروفیت میں گزاری۔ درس سے فارغ ہو کر ذکر و فکر اور ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ اسی بناء پر کشف و عرفان میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ کے متعلق سر سید کہتے ہیں:

> ''جس امر میں جو فرمایا، ویسا ہی ہوا۔ مجلس میں زیادہ تر خاموش رہتے اور بڑے بڑے لوگ آپ کی مجلس میں گفتگو کی مجال نہ رکھتے۔ آپ کی کرامتوں کے بیان کی کتاب میں گنجائش نہیں۔
>
> مردان خدا خدا نباشند
>
> لیکن ز خدا، جدا نباشند''(76)

شاہ عبدالقادرؒ سے کرامات کا صدور اس زور و شور سے ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانے میں پت جھڑ ہو یا بارش کے وقت بوندیں گرتی ہوں۔ (77) آپؒ اپنے بھتیجے شاہ اسماعیلؒ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو اپنا بیٹا کہتے تھے اور انہیں اپنی جائیداد میں سے بھی کچھ حصہ دیا۔ شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ اردو زبان میں قرآن پاک کا بامحاورہ سلیس ترجمہ اور ''موضح القرآن'' کے نام سے اس کی تفسیر ہے (78)۔

آپ کا یہ ترجمہ اپنے منفرد اسلوب اور چھوٹے سے چھوٹے مطالب اور فصیح و بلیغ جملوں کی بدولت آج بھی ہر دلعزیز ہے اور قرآن پاک کے علاوہ اردو زبان کی بھی بہت اہم خدمت ہے۔ آپ ساری عمر درس و تدریس کی وجہ سے تصنیف کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ آپ کے نامور تلامذہ میں سے مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا فضل حق خیر آبادیؒ، مرزا احسن علی لکھنویؒ، شاہ محمد اسحاقؒ، سید محبوب علی جعفریؒ، مفتی صدر الدین آزردہؒ اور شاہ محمد یعقوبؒ قابلِ ذکر ہیں۔

آپ مختصر علالت کے بعد ۱۲۳۰ھ/1815ء میں وفات پا گئے۔ (79)

مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ

عبدالحئی بن ہبۃ اللہ بن نور اللہ بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پھوپھی شاہ عبدالعزیزؒ کی اہلیہ تھیں اور آپ شاہ

عبدالعزیزؒ کے داماد بھی تھے۔آپ نے شاہ عبدالعزیزؒ اوران کے بھائیوں سے تعلیم حاصل کی۔شاہ عبدالعزیزؒ کے تلامذہ میں سے آپ سے بڑھ کرکوئی فقہ حنفی نہیں جانتا تھا۔آپ طویل عرصہ تک مدرسہ رحیمیہ میں (1823-1762) درس وتدریس میں مشغول رہے اور اسی عرصہ میں شاہ اسحاقؒ نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔آپ کچھ عرصہ تک میرٹھ میں مفتی عدالت بھی رہے۔آپ نے سید احمد شہیدؒ سے بیعت کی اور آپ کی ترغیب سے ہی شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بھی سید صاحبؒ کی بیعت کی۔سید صاحبؒ کے ہاں آپ دونوں حضرات کا درجہ باقی تمام احباب سے بلند تھا۔

۱۲۳۷ھ میں سید صاحبؒ کے ساتھ حج کرنے گئے اور وہاں یمن کے مشہور محدث قاضی محمد بن علی شوکانیؒ سے حدیث کی سند حاصل کی۔بعد ازاں سید صاحبؒ کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے اور مختلف مقامات کا کٹھن سفر طے کرتے ہوئے چار باغ سوات پہنچے۔آپ نے بیماری کی حالت میں ۱۲۴۳ھ/1828ء میں وفات پائی۔آپ کی نماز جنازہ سید احمد شہیدؒ نے پڑھائی۔

آپ سید احمد شہیدؒ کی کتاب ''صراط مستقیم'' کی ترتیب میں بھی شریک رہے۔کتاب کا ایک حصہ شاہ اسماعیلؒ اور دوسرا حصہ مولانا عبدالحئیؒ کا مرتب کردہ ہے۔قیامِ حجاز کے زمانہ میں آپ نے صراطِ مستقیم کا عربی ترجمہ بھی کیا ہے۔نکاحِ بیوگان کے متعلق بھی آپ نے ایک رسالہ لکھا۔(80)

حوالہ جات

1 شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، مترجم سید محمد فاروق القادری، ص 331، تصوف فاؤنڈیشن لاہور، 1998ء

2 عبدالحیٔ حسنی، سید، نزہتہ الخواطر، ج 7، ص 117، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، 2006ء

3 محمد بیگ، مرزا، دہلوی، مقدمہ فتاویٰ عزیزی، ص 3، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۴۱ھ

برکاتی محمود احمد، حیاتِ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، ص 18، شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی۔ 1992ء

ثریا ڈار، ڈاکٹر، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص 159، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1991ء

4 نزھتہ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 764،765

5 سرسید احمد خاں، آثارالصنادید، ص 276، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1966ء

6 مولوی ظہیرالدین سید احمد، کمالاتِ عزیزی، ص 17، اسلامی اکادمی ناشران کتب، اردو بازار، لاہور

7 تھانوی، اشرف علی، مولانا، ارواحِ ثلاثہ، ص 345-346، مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

8 ارواحِ ثلاثہ، ص 117

9 نزہتہ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 151،

10 ارواحِ ثلاثہ، ص346

11 نزھتہ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص297

12 محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند (تیرھویں صدی ہجری)، ج 1، ص 97، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1982ء

13 غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، ص 115، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

14 مقدمہ فتاویٰ عزیزی، ص 12

15 حیات شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی، ص 89

16 غلام رسول مہر، سرگزشت مجاہدین، ص 151، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

17 سرگزشت مجاہدین، ص 190،

18 سرگزشت مجاہدین، ص 190

19 قاری فیوض الرحمان، ڈاکٹر، مشاہیر علماء، ص 96، فرنٹیر پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور

محمد انوارالحسن، پروفیسر، حیات امداد، ص 58، شعبہ تصنیف، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، کراچی، 1965ء

20 امداداللہ مہاجر مکی، مولانا، کلیاتِ امدادیہ، ص 99، دارالاشاعت، کراچی، 1977ء

21 آثارالصنادید، ص 275،

22 برکاتی، محمود احمد، شاہ ولی اللہ اوران کا خاندان، ص 90،91، مجلس اشاعت اسلام، لاہور، طبع دوم

جماعت مجاہدین، ص 305

23 ارواحِ ثلاثہ، ص 43،

24 علاؤالدین علی المتقی، کنز العمال، ج 16 ص 54، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء

25 ارواحِ ثلاثہ، ص 111,44

26 ارواحِ ثلاثہ، ص 118

27 ارواحِ ثلاثہ، ص 121-122

28 عبدالرحیم ضیاء، مقالاتِ طریقت، ص 237، حیدرآباد دکن، ۱۳۴۱ھ

29 حیاتِ شاہ محمد اسحاقؒ، ص 77،

30 ارواحِ ثلاثہ، ص 107

31 مقالاتِ طریقت، ص 67،

32 عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا، تذکرۃ الرشید، حصہ 2، ص 240، مکتبہ مدنیہ 17، اردو بازار، لاہور، ۱۴۰۶ھ

33 حبیب الرحمان شروانی، مولانا، مقالاتِ شروانی، ص 281، علیگڑھ، 1946ء

34 نزھۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 118

35 فضل حسین بہاری، الحیات بعد الممات، ص 38، مکتبہ شعیب، حدیث منزل، کراچی

نزھۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 118

36 شاہ ولی اللہ اوران کا خاندان، ص 164،

37 نزھۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 117

38 حیاتِ شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 22،

ارواحِ ثلاثہ، ص 117

39 شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، ص 404-405،

40 محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص 54، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی۔

41 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 20،

42 امام خاں نوشہروی، ابویحیٰی، تراجم علمائے حدیث ہند، ج 1، ص 20، ریاض برادرز، لاہور، 1992ء

43 شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، ملفوظات عزیزی، ص 36، مکتبہ مجتبائی، دہلی

44 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص 104

45 رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، مترجم: پروفیسر ایوب قادری، ص 310، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1961ء

46 علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، ضرب کلیم، ص 499، گوہر پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور،

47 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص 161

ملفوظات عزیزی، ص 40,62

48 ارواحِ ثلاثہ، ص 114،

49 غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص 120، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

50 ارواح ثلاثہ، ص114

51 الحدید ۵۷/۴

52 شاہ محمد اسحاق، مائۃ مسائل، مترجم، مولانا عبدالحی، ص 109، الرحیم اکیڈمی کراچی

53 اشرف علی تھانوی، مولانا، شمائم امدادیہ، ص 119، کتب خانہ اشرفیہ، شاہ کوٹ

54 ارواح ثلاثہ، ص121

55 نزھۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 117،

حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 48،

56 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 48،

57 سہیل حسن، ڈاکٹر، معجم اصطلاحات حدیث، ص 339، ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ، اسلام آباد، 2003

حافظ افتخار احمد، ڈاکٹر، اسالیب تخریج حدیث، ص 30، قرآن اکیڈمی، بہاولپور، 2008

58 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 58،

59 آثار الصنادید، ص 249

60 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، فتاویٰ عزیزی، ص 110، مطبع مجتبائی، دہلی، 1341ھ

61 مولوی ظہیر الدین، مجموعہ کمالات عزیزی، ص 47 ، اسلامی اکادمی، لاہور

62 مقالاتِ طریقت، ص 238

نزہۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 409،

63 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 117-118

64 شائم امدادیہ، ص 130

65 مقالاتِ طریقت، ص 238

66 الحیات بعد الممات، ص 49

67 الحیات بعد الممات، ص 47،

68 مولانا محمد محسن ترحتی، الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، ص 77، جید پریس دہلی

69 ملفوظات عزیزی، ص 36،

70 نزہۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 414،

71 مجموعہ کمالات عزیزی، ص 50-7 ،

فقیر محمد جہلمی، مولانا، حدائق الحنفیہ، ص 488، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور

نزہۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 407-418،

سرسید احمد خاں، آثار الصنادید، ص 248-249

72 نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 291

شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ص 156-162

73 آثار الصنادید، ص 266,

74 عبدالحمید سواتی، مولانا، مقدمہ دمغ الباطل، ص 35-36، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ، 1976

75 حدائق الحنفیہ، ص487

نزہۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 291-297،

ملفوظات عزیزی، ص 84-89،

76 آثارالصنادید، ص 269,

77 ارواح ثلاثہ، ص 50,

78 نزہتہ الخواطر، مترجم، مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 446،

79 حدائق الحنفیہ، ص488,

80 الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، ص 72،

سیداحمد شہید، ص 116-118،

نزہتہ الخواطر، مترجم، مولانا انوارالحق قاسمی، ج 7، ص 383-385،

باب دوم

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی خدمات

فصل اول

تدریسی خدمات

مسند ولی اللٰہی پر تقرر

قدیم درس گاہی نظام کا یہ دستور تھا کہ طلبہ کی تحصیل علوم سے رسمی فراغت کے بعد ابتدائی درجوں کے اسباق ان کے سپرد کر دیئے جاتے تھے، یہ عمل بھی اصل میں حصولِ علم کی ایک شکل تھی۔ اس طریقہ کار کی وجہ سے علم میں پختگی ہو جاتی تھی اور رہی سہی کمی طلبہ کے سوالات اور گرفتوں سے پوری ہو جاتی۔ مدرسہ رحیمیہ میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔ چنانچہ شاہ محمد اسحاقؒ کو بھی فراغت کے فوراً بعد تدریس کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ آپ سے پہلے شاہ اسماعیلؒ اور شاہ مخصوص اللہؒ کو بھی تدریس کے فرائض سپرد کیے جا چکے تھے۔ 1804ء میں جونہی شاہ اسحاقؒ مدرسہ رحیمیہ کے مدرسین میں شامل ہوئے، اس کے تھوڑے عرصے بعد شاہ عبدالعزیزؒ پر بیماری کا اتنا غلبہ ہو گیا کہ وہ تدریس کی ذمہ داریوں سے دست کش ہو گئے اور مدرسین کی صدارت شاہ رفیع الدینؒ کے سپرد ہوئی۔ سرسید لکھتے ہیں:

''چونکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم و مغفور بہ سبب کبرسنی اور ضعف مزاج و کثرت امراض، دماغ تعلیم و تدریس طلبہ نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ تدریس کا حضرت (شاہ رفیع الدین) کی ذات بابرکات سے جاری تھا۔''[1]

تدریس کا سلسلہ 1804ء تک جاری رہا تا آنکہ آپ کو کئی قسم کے امراض نے گھیر لیا حتیٰ کہ آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی۔ اس دوران مدرسہ کی ساری ذمہ داری آپ نے شاہ رفیع الدینؒ کے سپرد کر دی جنھوں نے بڑی ہی جانفشانی کے ساتھ اس کو نبھایا۔ ۱۲۳۳ھ میں شاہ رفیع الدینؒ کی وفات کے بعد پھر مدرسہ رحیمیہ کی صدارت کا خلاء پیدا ہو گیا جبکہ اس سے پہلے ۱۲۲۷ھ میں شاہ عبدالغنیؒ اور ۱۲۳۰ھ میں شاہ عبدالقادرؒ بھی وفات پا چکے تھے۔

ان حالات میں مدرسہ رحیمیہ کی صدارت کے لئے ایسی ہستی کی ضرورت تھی جس میں کئی ایک خصوصیات یکجا ہوں کیونکہ یہ وہ مسند تھی جس کا آغاز شاہ عبدالرحیمؒ نے کیا اور پھر شاہ ولی اللہؒ جیسے امام اور مجتہد نے اس مسند کے ذریعے پورے ہندوستان کو علم کے نور سے منور کیا۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔ اس لئے یہاں بیک وقت ایک بلند مرتبت عالم، ایک کامیاب صوفی، ایک سیاسی مصلح، ایک مجتہد، ایک مجاہد اور کامیاب رہنما کی ضرورت تھی اور یہ ساری خوبیاں کسی ایک شخصیت میں ملنا قدرے مشکل تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی صرف تین صاحبزادیاں تھیں جن میں دوسری صاحبزادی کی اولاد کو آپ کی صحبت سب سے زیادہ نصیب ہوئی۔ ان میں سے ایک شاہ محمد اسحاقؒ اور دوسرے ان کے چھوٹے بھائی شاہ محمد یعقوبؒ تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بھائیوں میں سے شاہ عبدالقادرؒ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی جبکہ شاہ رفیع الدینؒ کے چھ بیٹے تھے جن میں سے دو صاحبزادے شاہ مخصوص اللہؒ اور شاہ محمد موسیٰؒ عالم فاضل تھے۔ سب سے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنیؒ کے ایک بیٹے شاہ اسماعیلؒ تھے۔ ان سارے افراد میں سے علم و فضل میں نمایاں شاہ محمد اسحاقؒ اور شاہ اسماعیلؒ تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ اکثر فرمایا کرتے تھے:[2]

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ ﴾[3]

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کی حالت میں اسماعیل اور اسحاق عطا کئے۔

شاہ اسماعیل شہید تحصیلِ علم سے فراغت پا چکے تھے مگر آپ کا رجحان تعلیم و تعلم کے بجائے عملی جہاد کی طرف تھا۔ اب صرف شاہ اسحاقؒ ہی ان

افراد میں ایسے تھے جو شاہ عبدالعزیزؒ کی امیدوں پر پورا اتر سکتے تھے۔اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ شاہ اسحاقؒ نے پرورش ہی شاہ عبدالعزیزؒ کے ہاں پائی تھی۔آپ جتنے شاہ عبدالعزیزؒ کے قریب تھے، خاندان میں سے کسی کو بھی اتنی رفاقت میسر نہیں آئی، اس لئے شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ اسحاقؒ کو اپنی زندگی میں ہی اپنی مسند پر مقرر کر دیا اور لوگوں کو کہہ دیا کہ ان کا حکم میرا حکم ہے اور سارے مدرسے کا انتظام انہیں سونپ دیا۔ (4)

اس سے پہلے شاہ اسحاقؒ، شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے ادوار میں مدرس کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔آپ کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ کی یہ پیش گوئی اکثر جگہوں پر درج ہے :

"آگاهی آمد ایں فرزنداں که لطف الٰهی ایشاں رابما عطا کرده است وهمه سعدا اند نوعی از ملکیت در ایشاں ظهور خواهد کرد لیکن تدبیر غیب چنیں تقاضا می کند که دو شخص دیگر پیدا شوند که در مکه و مدینه سالها احیاء علوم دین نمایند وهماں جا وطن اختیار کنند از طرف ما در نسب ایشاں بما متمکن باشد"(5)

"معلوم ہو کہ یہ فرزند جو ہمارے لئے عطیہ الٰہی ہیں، سب کے سب سعادتمند اور نیکوکار ہیں۔ان کی وجہ سے اگرچہ کئی قسم کے حقائق ظہور پذیر ہوں گے لیکن تدبیرِ غیبی کا تقاضا یہ ہے کہ دو شخص ان میں ایسے پیدا ہوں گے جو سالہا سال تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں احیائے علوم کریں گے اور پھر وہیں سکونت اختیار کریں گے۔ماں کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب ہم سے وابستہ ہوگا۔"

مولوی عبدالحیٰ الحسنی نے شاہ محمد اسحاقؒ کی جانشینی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"وكان بمنزلة ولده واستخلفه الشيخ المذكور ووهب له جميع ماله من الكتاب والدور وجلس بعده مجلسه وافاد الناس احسن الافادة" (6)

"شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے اس نواسہ کو بیٹے کی طرح چاہا اور انہوں نے ان کو اپنا خلیفہ بھی بنا دیا تھا اور مکانات و کتابیں بھی ان کو ہی ہبہ کر دی تھیں اور یہی شاہ صاحب کے بعد ان کی مسند پر بیٹھے اور لوگوں کو خوب فائدہ پہنچایا۔"

شاہ عبدالعزیزؒ کا معمول تھا کہ طلوعِ آفتاب کے قریب قرآن شریف کا ایک رکوع تفسیر کے ساتھ شاہ اسحاقؒ کو پاس بٹھا کر ان سے سنا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ سلسلہ وفات والے دن تک جاری رہا۔اس کے علاوہ شاہ محمد اسحاقؒ کو اپنی مسجد میں امام بھی مقرر کر دیا تھا۔جب شاہ عبدالعزیزؒ کا وصال ہوا تو ان کی نماز جنازہ بھی شاہ محمد اسحاقؒ نے ہی پڑھائی تھی۔ (7)

خلاصہ کلام یہ کہ مدرسہ رحیمیہ کے انتظام و انصرام، تدریسی سربراہی، فتاویٰ نویسی اور خواص و عوام سے معاملات طے کرنے کی تمام تر ذمہ داری بلاشرکت غیرے شاہ محمد اسحاقؒ کے پاس تھی۔آپ نے یہ ذمہ داری بہت ہی اچھے طریقے سے ادا کی اور شاہ عبدالعزیزؒ کی امیدوں پر پورا اترے۔ آپ نے ۱۲۲۷ھ / 1808ء سے بہ حیثیت مدرس اور ۱۲۳۳ھ / 1818ء میں شاہ رفیع الدینؒ کے انتقال کے بعد حجاز کی طرف ہجرت ۱۲۵۸ھ / 1842ء تک بہ حیثیت منتظمِ اعلیٰ مدرسہ رحیمیہ کی ذمہ داریاں ادا کیں۔

تحریر کے بجائے تدریس

شاہ عبدالعزیزؒ کو اپنے بھائیوں کے علاوہ دیگر بہت ہی قابل رفقا میسر آئے تھے۔جسکی وجہ سے آپ کو تحریر کے لئے مناسب وقت مل گیا جبکہ آپ کی وفات کے بعد 1823ء میں مدرسہ رحیمیہ بالکل خالی ہوگیا۔اس سے پہلے 1818ء میں شاہ رفیع الدینؒ کی وفات کے بعد بہت ہی سخت حالات میں شاہ محمد اسحاقؒ نے مدرسہ رحیمیہ کی صدارت کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔اس دور کا تقاضا تھا کہ علماء کی جماعت کی تیاری پر ہی ساری توجہ مرکوز کی جائے۔اس لئے جو فراغت تحریر کے لئے ضروری تھی،وہ تدریس کی وجہ سے آپ کو میسر نہ آسکی۔آپ نوجوانی میں ہی تدریس سے منسلک ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ سے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔مسلسل تدریس کی وجہ سے ہی آپ کا مزاج بھی مدرسانہ اور معلمانہ بن گیا تھا۔خطیبانہ اور داعیانہ نہیں۔

معلم کا مزاج خطیب، داعی اور مصلح کے مزاج سے مختلف ہوتا ہے۔مدرس کا معاملہ طلبہ سے ہوتا ہے، جو اس کے ایک ایک لفظ کو تو لتے اور ایک ایک بات کو پرکھتے ہیں اور اس سے ہر دعوے کی دلیل طلب کرتے ہیں۔اس لیے درس گاہ میں ایک ایک لفظ سوچ کر اور تول کر بولا جاتا ہے۔جبکہ خطیب کو عوام سے واسطہ ہوتا ہے جن کی اصلاح کے جذبہ سے وہ اپنی بات کو زوردار بیان کرتا ہے۔معمولی بات کو اہم بتاتا ہے۔چھوٹی موٹی اور اخلاقی کمزوری کو بھی مہلک بتاتا ہے۔خطیب کا اندازِ بیان پرزور اور لہجہ پرجوش ہوتا ہے۔معلم کا مزاج محققانہ اور احتیاط پسندانہ ہوتا ہے۔

جب شاہ محمد اسحاقؒ مدرسہ رحیمیہ میں صدر مدرس بنے تو اسی دوران میں شاہ اسماعیل دہلویؒ کی تمام تر سرگرمیاں دعوتِ جہاد کے لیے وقف ہو کر رہ گئی تھیں۔اور وہ تدریس سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔اس لیے شاہ محمد اسحاقؒ کی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں اور وہ صبح کی نماز سے عشاء کی نماز تک صرف طعام کے وقفوں کو چھوڑ کر مسلسل مصروف رہتے تھے۔ان کی اس مصروفیت کا ثبوت شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک خط کا جواب ہے جو نیچے ذکر کیا جارہا ہے۔۱۲۳۸ھ میں ایک ''خاں صاحب'' نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو ایک مکتوب میں شاہ صاحب کی مصروفیت اور معذوری کے پیش نظر یہ لکھ دیا تھا کہ خطوط کے جوابات لکھنے پر مولوی رشید الدین خاںؒ یا شاہ محمد اسحاقؒ کو مامور کردیں۔شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

''وانچہ مرقوم بود کہ مولوی رشید الدین صاحب یا مولوی محمد اسحاق دا باید گفت کہ ایشاں بتحریر جواب پرداذند۔ ایں ہر دو صاحبان بسیار قلیل الفرصت اندد بہ سبب درس و دیگر امور اصلاً یکدم فرصت ندارند مہ ھذا بتدریج ایں ہر دو حضرات را خواھد گفت۔'' (8)

''اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مولوی رشید الدین خاں یا مولوی محمد اسحاق سے کہا جائے کہ خطوط کے جوابات دیا کریں تو یہ دونوں صاحبان بہت مصروف ہیں اور درس اور دوسرے فرائض کی وجہ سے یک لحہ کی انہیں فرصت نہیں ملتی پھر بھی بتدریج ان دونوں صاحبان کو یہ کام سپرد کیا جائے گا۔''

حجاز میں درس وتدریس

شاہ محمد اسحاقؒ کی ہندوستان سے ہجرت ابتر سیاسی حالات میں ہوئی تھی۔آپ اپنے کتب خانہ کا بڑا حصہ جس کا وزن نو من تھا، اپنے ساتھ لے گئے،اس کے باوجود بہت زیادہ تحریری سرمایہ آپ اپنے ساتھ نہ لے جاسکے۔یہ علمی وراثت آپ کو شاہ عبدالرحیمؒ،شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے

توسل سے پہنچی تھی۔ان کتب کی بڑی تعداد عربی زبان میں تھی۔جب آپ حجاز پہنچے تو مکہ میں مستقل اقامت اختیار کی اور دین کی خدمت کا سلسلہ تدریس کی صورت میں یہاں بھی جاری رکھا۔حجاز میں آپ سے استفادہ کرنے والوں میں عربوں کے علاوہ ہندوستانی اور دوسرے ممالک کے طلباء بھی شامل تھے۔حجاز کے جن علماء نے آپ سے بیعت کی اور استفادہ کیا۔ان میں شیخ محمد بن ناصر الحازمی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے بھی مکہ مکرمہ میں آپ سے صحاح ستہ کی تکمیل کی اور سند و اجازت حاصل کی۔شاہ صاحبؒ نے مکہ کے جس مکان میں قیام کیا وہ اب تک ان کی اولاد کے پاس ہے۔ (9)

اسی مکان میں درسِ حدیث کی محفل جما کرتی تھی اور طالب علم آکر استفادہ کرتے تھے۔بعض اوقات یہ سلسلہ نمازِ مغرب کے بعد بھی جاری رہتا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔درس میں آنے والے سارے حضرات ایک ہی مزاج کے نہیں ہوتے اور مدرس کی رائے کے موافق اور مخالف آراء رکھتے ہیں۔کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص دل میں مختلف سوال سوچ کر آیا تو اپنے سوالوں کا جواب بغیر پوچھے ہی شاہ صاحبؒ کے درس کے دوران اسے مل گیا۔ (10)

مدرسہ رحیمیہ اور ہندوستان میں آپ کو جو مرکزی حیثیت حاصل تھی،قریب قریب وہی حیثیت مکہ معظمہ میں بھی برقرار رہی۔حتیٰ کہ ہندوستان سے آنے والے زائرین بھی آپ کے پاس ہی قیام کرتے۔اس کیفیت کو سرسید یوں بیان کرتے ہیں:

''(مکہ معظمہ میں) بسبب کثرت کرم آپ کا کیسہ ہمیشہ خالی رہتا تھا۔خصوصاً ان لوگوں کی مراعات (مدارات) کے سبب سے جو ہندوستان سے ادائے حج کو وارد مکہ شریفہ ہوئے تھے،وہاں کے لوگوں نے حضرت کے وجود مطہر کو از جملہ مغتنمات سمجھا اور ان کا وہاں ہونا موجب برکت جانا۔'' (11)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ۱۲۶۱ھ میں مکہ معظمہ میں آپ سے ملے تھے۔شاہ صاحبؒ کی روزانہ کی مصروفیات کے تذکرے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس وقت کے حجازی علماء کے ہاں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔حجاز کے ایک مشہور عالم عبداللہ سراج مکیؒ،حنبلی مصلیٰ کی جگہ پر درس دیتے تھے۔شاہ محمد اسحاقؒ اگر ان کے درس میں جاتے تو درس سے فراغت کے بعد عبداللہ سراجؒ،شاہ صاحبؒ کی طرف تشریف لاتے اور شاہ صاحبؒ آگے بڑھ کر ملتے۔عبداللہ سراجؒ آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے کہ یہ ہندوستان کے بہت بڑے عالم ہیں اور بڑی تعریفیں کرتے تھے۔ (12)

شاہ محمد اسحاقؒ نے ہندوستان میں سالہا سال تک علمِ حدیث پڑھایا۔اس کے علاوہ آپ تفسیر،فقہ،تاریخ،علم الکلام،فلسفہ،تقابلِ ادیان،اور عربی زبان و ادب میں بھی گہرا رسوخ رکھتے تھے۔جبکہ حجاز میں مروج تدریس میں اس طرح کا تنوع نہیں تھا جو ہندوستان میں پایا جاتا تھا۔اس سے مراد کسی کی کوئی فضیلت قائم کرنا نہیں بلکہ مختلف ملکوں میں رائج تدریسی لائحہ عمل کو علماء کا رجحان اور پڑھائی جانے والی چیز کی اہمیت،طے کرتی ہے۔حجاز اور ہندوستان میں اس حوالے سے مختلف علوم کے جاننے اور نہ جاننے میں فرق پایا جاتا تھا۔جب شاہ محمد اسحاقؒ سے پوچھا گیا کہ عبداللہ سراجؒ بڑے عالم ہیں یا شاہ عبدالعزیزؒ؟ تو آپ نے جواب دیا:

''دینیات میں تو عبداللہ سراج صاحبؒ شاہ عبدالعزیزؒ سے بڑھے ہوئے ہوں گے،ہاں دوسرے علوم میں شاہ صاحب بے شک زائد ہیں۔دوسرے فنون کا اس ملک میں رواج و چرچا کم ہے اور ان لوگوں کو دیگر فنون کی طرف میلان نہیں پھر یہ لوگ

اس میں کیسے کمال حاصل کر سکتے ہیں؟[13]

تلامذہ شاہ محمد اسحاق دہلوی

مدرسہ رحیمیہ چونکہ پورے ہندوستان کے لئے علم و معرفت کا مرکز تھا اور متلاشیانِ علم دور دراز سے آ کر یہاں علم و حکمت سیکھتے تھے اور شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد مدرسہ رحیمیہ کے انتظام و انصرام کی ساری ذمہ داری شاہ محمد اسحاقؒ کی تھی۔ اس لئے آپ کی پوری زندگی زبردست جدوجہد سے عبارت ہے۔ آپ کی تدریس کا عرصہ کم و بیش پانچ دہائیوں پر مشتمل ہے، جس میں ہمیں آپ کی مستقل مصروفیت تدریس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج برصغیر کے علماء کی طویل فہرست پر نظر دوڑائیں تو اس کے بہت بڑے حصے پر شاہ صاحبؒ اور خاندانِ ولی اللٰہی کا اثر نظر آتا ہے۔ یہ شاہ ولی اللہؒ کی ذاتِ بابرکات کا ہی فیضان تھا جو شاہ عبدالعزیزؒ کے ذریعے آپ تک پہنچا اور آپ کے ذریعے سارے ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں پھیلا۔

علمائے حق فطری طور پر سادہ دل اور درویش منش ہوتے ہیں اور ظاہری نام و نمود اور اپنا پرچار انہیں پسند نہیں ہوتا اور ان کا بہت بڑا طبقہ وہ ہوتا ہے جو تصنیف و تالیف کے میدان میں نہیں آتا بلکہ ساری عمر قرآن و حدیث کے پھیلاؤ اور احیاء کے لئے مدارس کی نذر کر دیتا ہے۔ افراد کی تیاری ان کے نزدیک زیادہ اہم اور قیمتی کام ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنے والے دور میں ان کا نام تصنیفات کے میدان میں آنے والے علماء کے مقابلہ میں کم نمایاں یا بعض اوقات نظر ہی نہیں آتا۔ اگر انہیں ایسے شاگرد میسر آ جائیں جو ان کی خدمات کو منضبط کر کے احاطہ تحریر میں لے آئیں تو آنے والا دور انہیں احسن طریقے سے جانتا اور پہچانتا ہے ورنہ وقت کی گرد میں ان کے کارنامے بالکل ہی ماند پڑ جاتے ہیں اور عوام کا ایک بڑا طبقہ انہیں بھلا بیٹھتا ہے، اگرچہ اللہ کے ہاں ان کی سرخروئی کسی بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔ آپ کا سارا وقت افراد سازی میں گزرا نہ کہ کتب سازی میں اور یہ اس پرفتن دور کا تقاضا تھا کہ ایسے علماء و صلحاء کی کھیپ تیار کی جائے جو ہندوستان کے کونے کونے میں کفر و بدعات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھ سکے اور آپ نے یہ کام بہت ہی احسن طریقے سے انجام دیا اور اپنے نانا کے اس اعتماد کی لاج رکھ لی جو انہوں نے آپ کو اپنی مسند پر تفویض کر کے آپ پر کیا تھا۔ لیکن تصنیف کے میدان میں یہ کمی بالواسطہ طور پر آپ کے شاگردوں نے دور کر دی۔ اور ایسی شہرہ آفاق کتب تصنیف کیں جن کا تعلق دین کے تمام شعبوں کے ساتھ ہے اور ان کی اہمیت آج بھی مسلم ہے۔ آپ کے شاگردوں نے ان کتب کے ذریعے نہ صرف دین کی خدمت کی بلکہ اُردو زبان کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنا کر بحیثیت زبان اس کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔ اور اس کی بڑی خدمت کی۔[14]

کئی دہائیوں کی تدریس کا نتیجہ تو لازماً سینکڑوں کی تعداد میں علماء ہیں مگر یہاں بھی گردشِ زمانہ نے کام دکھایا اور سینکڑوں ناموں کی فہرست سکڑتی چلی گئی۔ تلاش و بسیار کے بعد جو نام دستیاب ہوئے ہیں، ان کی فہرست پیش خدمت ہے۔

۱۔ مولانا شاہ محمد یعقوب

۲۔ شاہ محمد عمر بن شاہ محمد اسماعیل شہید

۳۔ مولوی کرامت علی اسرائیلی

۴۔ شیخ محمد انصاری سہارنپوری مکی

۵۔ مولوی عبدالخالق دہلوی

۶۔ مولوی صبغۃ اللہ پانی پتی

۷۔ میاں نذیر حسین محدث دہلوی

۸۔ مولوی یار علی باردوتر تہی

۹۔ مولوی محمد ابراہیم نگر نہسوی
۱۰۔ شیخ محمد تھانوی
۱۱۔ شاہ عبدالغنی مجددی
۱۲۔ مولوی سید علی احمد عظیم آبادی ٹونکی
۱۳۔ نواب قطب الدین خاں دہلوی
۱۴۔ مولوی عالم علی نگینوی
۱۵۔ شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی
۱۶۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی
۱۷۔ محمد حازمی (مکہ معظمہ)
۱۸۔ مولوی سبحان بخش شکار پوری
۱۹۔ مولوی عبداللہ سندھی
۲۰۔ مولوی گل کابلی
۲۱۔ مولوی نور علی سسراواں
۲۲۔ حافظ محمد فاضل سورتی
۲۳۔ حافظ حاجی محمد جونپوری دہلوی
۲۴۔ مولوی بہاء الدین دکنی
۲۵۔ مولوی قاری حافظ اکرام اللہ دہلوی
۲۶۔ مولوی نور الحسن کاندھلوی
۲۷۔ مولوی سید نصیر الدین دہلوی
۲۸۔ مولوی عبدالقیوم بھوپالی
۲۹۔ مولوی نوازش علی
۳۰۔ رستم علی خاں دہلوی
۳۱۔ مولوی احمد علی سہارنپوری
۳۲۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (15)

چند مزید کتب سے حسب ذیل علماء کا پتہ بھی چلا ہے۔

۳۳۔ مولوی غلام محی الدین بگوی
۳۴۔ احمد دین بگوی
۳۵۔ مولوی مظفر حسین کاندھلوی
۳۶۔ مولوی عبدالجلیل علی گڑھی
۳۷۔ مولوی نصیر الدین شافعی
۳۸۔ مولوی سراج الدین سہسوانی
۳۹۔ مولوی احمد اللہ انامی
۴۰۔ مولوی سید ابو محمد جالیسری
۴۱۔ مولوی خواجہ ضیاء الدین احمد دہلوی
۴۲۔ عبداللہ صدیقی
۴۳۔ ظہور احمد کالپوری
۴۴۔ مولوی بشیر الدین قنوجی (16)
۴۵۔ مولانا مظہر نانوتوی (17)
۴۶۔ سر سید احمد خان (18)

چند مشہور تلامذہ

مذکورہ بالا فہرست میں شامل علماء اپنی اپنی ذات میں ایک مکمل ادارہ ہیں۔ چند ایسے تلامذہ کا ذکر کرنا ضروری ہے جنہوں نے تدریسی یا تصنیفی حوالوں سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ جن علماء کا ذکر نہیں کیا جارہا، وہ کم اہم ہیں بلکہ تحقیقی مقالہ کی گنجائش اس امر میں مانع ہے۔ ان چند تلامذہ کا تذکرہ ہمیں شاہ محمد اسحاقؒ کی علمی حیثیت سے بخوبی روشناس کرائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی صحبت میں ایک زمانہ گزارا اور اپنی جھولی آپ سے حاصل کردہ فیض سے بھری اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے اس فیض کو اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔

شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ (متوفی ۱۲۹۶ھ/ 1879ء)

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ ۲۲ شعبان ۱۲۳۵ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ سے ملتا ہے۔ ان کے والد گرامی مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلویؒ ہندوستان کے بلند مرتبت علما وفقہا اور اصحاب طریقت وتصوف میں سے تھے۔ بڑے بھائی مولانا شاہ احمد سعید مجددیؒ کا شمار بھی جلیل القدر فقہاء اور صوفیاء میں ہوتا تھا۔

شاہ عبدالغنیؒ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد مولانا حبیب اللہ دہلویؒ سے صرف ونحو اور علوم عربی کی کتابیں پڑھیں۔ حدیث کی تحصیل مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے کی۔ موطا امام محمد اپنے والد گرامی شاہ ابوسعیدؒ سے پڑھی، اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔ مشکوٰۃ کا درس شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے فرزند گرامی شاہ مخصوص اللہؒ سے لیا۔ ۱۲۴۹ھ میں حج کا شرف حاصل کیا، اس زمانے میں سرزمین حجاز میں مولانا محمد عابد سندھی اور شیخ ابوزاہد اسماعیل رومیؒ کا درس حدیث جاری تھا، آپ نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور سند حدیث حاصل کی۔ اس کے بعد ہندوستان واپس آکر دہلی میں مسندِ حدیث آراستہ کی اور حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے حاصل کیا ہوا فیض عام کیا۔

برصغیر پاک وہند میں آپ نے علم حدیث کی تدریس وترویج میں بے پناہ خدمت انجام دی۔ آپ گوشہ نشین بزرگ تھے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے۔ آپ سے بے شمار علماء نے علم حدیث سیکھا اور پھر اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ ان کے تلامذہ حدیث کے وسیع حلقے میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند)، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا عبدالحلیم انصاری لکھنویؒ کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ آج ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں علوم حدیث کے جو مراکز دکھائی دیتے ہیں، ان کی نسبت قیام جن بزرگوں کی طرف جائے گی، ان میں شاہ عبدالغنیؒ کے اسم گرامی کو ہمیشہ خاص حیثیت حاصل رہے گی۔

شاہ عبدالغنی مجددیؒ جس دور میں دہلی میں تدریسِ حدیث میں مشغول تھے۔ اسی دور میں 1857ء کا حادثہ پیش آیا۔ شدید خوں ریزی کے بعد انگریزوں نے پورے ملک پر قبضہ کرلیا اور دہلی کے گلستان علم اجڑ گئے۔ حضرت شاہ صاحب کا مدرسہ بھی انگریزوں کے ظلم کی نذر ہوگیا۔ چنانچہ ان حالات میں آپ اور آپ کے بڑے بھائی نے دہلی کو خیرباد کہا اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگئے۔ مدینہ طیبہ میں بھی شائقین حدیث کا بہت بڑا گروہ ان کے درس میں جمع ہوگیا۔ جن میں ہندوستان، حجاز، نجد، یمن، عراق، ترکی، خراسان، ماوراء النہر اور دیگر ممالک اسلامیہ کے طلباء شامل تھے۔ دہلی کی نسبت مدینہ منورہ میں آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مطالب حدیث اور علوم حدیث میں مہارت کی خصوصیت کی وجہ سے آپ کی شہرت دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی۔

آپ نے تدریس کے علاوہ تحریری طور پر بھی حدیث کی خدمت کی اور "انجاح الحاجۃ" کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب "سنن ابن ماجہ" کی شرح لکھی۔ آپ تیرہویں صدی ہجری کے وہ ہندی عالم تھے جو تدریس حدیث اور ولایت وجلالت کے لحاظ سے عرب وعجم کے علماء وطلباء میں خاص

شہرت وقبولیت کے حامل تھے۔آپ نے منگل کے روز ۶ محرم ۱۲۹۶ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [19]

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ (متوفی ۱۲۹۷ھ/ 1880ء)

آپ یوپی کے شہر سہارن پور میں ۱۲۲۵ھ/ 1808ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں میرٹھ میں قرآن مجید حفظ کیا اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔میرٹھ سے سہارن پور آئے، وہاں چند کتابیں مولانا سعادت علی فقیہ سے پڑھیں۔صحیح بخاری کا اکثر حصہ مولانا وجیہ الدین صدیقی سہارن پوریؒ سے پڑھا۔سہارن پور سے کاندھلہ گئے اور مفتی الٰہی بخشؒ سے استفادہ کرنے لگے۔مفتی صاحب کی وفات کے بعد کاندھلہ سے دہلی کا عزم کیا۔وہاں مولانا مملوک علیؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، طویل عرصے تک وہاں قیام رہا اور مولانا مملوک علیؒ سے خوب استفادہ کیا۔قیام دہلی کے زمانے میں حضرت حاجی امداداللہ تھانوی (مہاجر مکیؒ) بھی وہاں تعلیم حاصل کرر ہے تھے۔حاجی صاحب موصوف نے اس دور میں مولانا احمد علیؒ سے گلستان پڑھنی شروع کی تھی۔اس کے بعد مولانا مملوک علیؒ اور مولانا احمد علیؒ ۲۶ رجب ۱۲۵۹ھ کو دہلی سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور حج کی سعادت حاصل کی۔اس وقت حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہو چکے تھے۔آپ نے شاہ محمد اسحاقؒ کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کی۔وہاں آپ کا معمول تھا کہ فجر سے ظہر تک حدیث کی قلمی کتابیں نقل کرتے اور ظہر کے بعد شاہ محمد اسحاقؒ کی مجلس درس میں حاضر ہوتے۔اس طرح ان سے صحاح ستہ کی تکمیل کی اور سند واجازہ سے بہرہ مند ہوئے۔

مکہ مکرمہ سے واپس آئے تو دہلی میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا اور حدیث کی قلمی کتابوں کی تصحیح وتحشیہ میں مصروف ہو گئے، ان کی طباعت و اشاعت کے لیے مطبع احمدی کے نام سے ایک مطبع قائم کیا۔صحیح بخاری، جامع ترمذی اور مشکوٰۃ کی تصحیح کی اور ان کے حواشی لکھے۔صحیح مسلم کی بھی تصحیح کی اور اسے پہلی مرتبہ شرح نووی کے ساتھ شائع کیا۔سنن ابی داؤد کے کئی نسخے سامنے رکھ کر صحیح نسخہ تیار کیا، جسے ان کے شاگرد خاص مولانا محمد حسین فقیر دہلویؒ نے بہت اہتمام سے شائع کیا۔آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ صحیح بخاری کی تصحیح اور اس کا حاشیہ ہے جس میں دس سال سے زیادہ عرصہ صرف ہوا۔مولانا نے جامع ترمذی کی تصحیح بھی کی اور اس پر حاشیہ لکھا۔

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ پر بھی آپ نے حاشیہ لکھا اور بڑی محنت سے اپنے پریس مطبع احمدی دہلی میں چھاپا۔کتب حدیث کی تصحیح اور حواشی کے علاوہ آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بھی ہے، جو بہت سے اہم علمی اور فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔آپ کی ایک مستقل تصنیف بھی ہے جس کا نام ''الدلیل القوی علی ترک قرأۃ المقتدی'' ہے۔یہ کتاب فارسی زبان میں ہے، بعد میں آپ نے اس کا اردو ترجمہ بھی خود کیا۔آپ کا ایک رسالہ ''فتاویٰ میلاد'' کے نام سے بھی مطبوعہ ہے۔

جنگ آزادی میں جب دہلی پر آفت ٹوٹی تو مطبع احمدی لٹ گیا۔جس کے بعد مولانا اپنے وطن سہارن پور آ گئے اور گھر میں طلباء کو درس حدیث دینے لگے۔دو برس کے بعد میرٹھ جا کر شیخ الٰہی بخش کے ہاں ملازم ہو گئے۔شیخ الٰہی بخش کے کاروبار کی نگرانی آپ کے سپرد ہوئی۔اس ملازمت سے انہیں پانچ سو روپے ماہانہ آمدنی ہوتی تھی۔اس سلسلے میں دس سال سے زیادہ عرصے تک کلکتے میں قیام رہا۔شیخ الٰہی بخش کی اجازت سے نماز فجر سے لے نو بجے تک مولانا موصوف مسجد خیر الدین میں طلبا کو حدیث کا درس دیتے تھے۔درسِ حدیث کا سلسلہ انہوں نے ہر جگہ جاری رکھا۔کلکتے میں قیام اور ملازمت کے دس بارہ سال بعد آپ اور شیخ الٰہی بخش حج کے لیے گئے۔اس زمانے میں حضرت حاجی امداداللہؒ مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھے، انہوں نے مولانا سے ملازمت چھوڑ دینے اور اپنے آپ کو درس حدیث کے لیے وقف کر دینے کی درخواست کی۔یہ بھی کہا کہ آپ میرے استاد ہیں، دہلی میں مولانا مملوک علیؒ نے میرا گلستان کا سبق آپ کے سپرد کیا تھا۔حج سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد آپ ملازمت چھوڑ کر کلکتے سے سہارن

پور آ گئے اور گھر میں درس حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا، جس سے کثیر تعداد میں اہل علم مستفید ہوئے۔ اس وقت سہارن پور میں ایک مدرسہ قائم ہو چکا تھا، جس کے منصب اہتمام وتدریس پر مولانا سعادت علی فقیہؒ فائز تھے۔ مولانا کے بعد ۱۲۹۶ھ میں آپ اس مدرسہ کے مہتمم بنے اور مدرسہ کو مظاہر العلوم کے نام سے موسوم کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے بھی آپ کو خاص تعلق رہا۔ دارالعلوم دیوبند کے دور آغاز کے بہت سے ارکان اور اساتذہ ان سے نسبت شاگردی رکھتے تھے۔ دارالعلوم کی سب سے پہلی عمارت کا سنگِ بنیاد بھی آپ کے ہاتھ سے رکھا گیا۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"اول پتھر بنیاد کا جناب مولانا احمد علی سہارن پوری نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور بعد میں جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب ومولانا رشید احمد صاحب ومولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے ایک ایک اینٹ رکھی۔"(20)

آپ کے نامور تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا عبداللہ انصاری انبیٹھویؒ، مولانا احمد حسن امروہویؒ، مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا شبلی نعمانیؒ اور حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ۔ آپ نے فالج کی وجہ سے ٦ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ/ ۱۷ اپریل 1880ء کو سہارن پور میں وفات پائی۔(21)

مولانا نواب قطب الدین محدث دہلویؒ (متوفی ۱۲۸۹ھ)

مولانا قطب الدین دہلویؒ ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ عظیم عالم، محدث وفقیہ اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ان کا شمار عظیم حنفی فقہاء میں ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے حدیث وفقہ کی کتابیں پڑھیں اور آپ ہی وہ نامور شاگرد ہیں جن کو طویل عرصے تک شاہ صاحبؒ کی صحبت و رفاقت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ تفسیر وحدیث، فقہ واصول اور دیگر علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ان کے حلقہ درس میں بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا اور ان کے فتاویٰ کو دلائل کے اعتبار سے خاص اہمیت دی گئی۔ مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ آپ کے ہم عصر تھے اور بعض مسائل فقہی میں آپ سید نذیر حسینؒ سے اختلاف رکھتے تھے۔ آپ کا شمار روسائے دہلی میں ہوتا تھا۔ آپ کے اجداد سلطنت مغلیہ میں اچھے مناصب پر فائز رہے۔ اسی بنا پر آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر آپ کا احترام کرتا اور عزت سے پیش آتا تھا۔ آپ کی تصنیفات وتراجم میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

(۱) جامع التفاسیر: یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے جو اردو زبان میں ہے دو جلدوں میں ہے۔

(۲) مظاہر حق: آپ کے استاد شاہ محمد اسحاقؒ نے مشکوۃ شریف کا اُردو ترجمہ کیا تھا اس کو از سر نو مرتب کر کے اور حواشی بھی ساتھ لکھ کر مظاہر حق کے نام سے اس کو شائع کیا۔

(۳) ظفر الجلیل: یہ اردو میں حصن حصین کا ترجمہ ہے۔

(۴) مظہر جمیل	(۵) مجمع الخیر	(۶) جامع الحسنات
(۷) خلاصہ جامع صغیر	(۸) ہادی الناظرین	(۹) تحفہ سلطان
(۱۰) معدن الجواہر	(۱۱) وظیفہ مسنونہ	(۱۲) تحفۃ الزوجین

(۱۳) احکام الاضحیہ	(۱۴) فلاح دارین	(۱۵) تنویر الحق
(۱۶) توقیر الحق	(۱۷) تحفۃ العرب والعجم	(۱۸) احکام العیدین
(۱۹) رسالہ مناسک	(۲۰) خلاصۃ النصائح	(۲۱) گلزار جنت
(۲۲) تنبیہ النساء	(۲۳) حقیقۃ الایمان	(۲۴) زاد المعاد
(۲۵) تذکرۃ الربا	(۲۶) آداب الصالحین	(۲۷) طب نبوی ﷺ

آپ کئی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے گئے اور بعض علمائے حجاز سے بھی سندِ حدیث حاصل کی۔ آخری مرتبہ ۱۲۸۹ھ میں سعادت حج سے بہرہ اندوز ہوئے اور اسی سال مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (22)

مفتی عنایت احمد کاکورویؒ (متوفی ۱۲۷۹ھ/ 1863ء)

آپ ۹ شوال ۱۲۲۸ھ/ 15 اکتوبر 1813ء کو دیوہ میں پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے تیرہ سال کی عمر میں رام پور گئے۔ وہاں مولانا سید محمد بریلویؒ سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ مولانا حیدر علی ٹونکیؒ اور مولانا نور الاسلام دہلویؒ سے بھی استفادہ کیا اور کافی عرصہ ان کے حلقہ درس میں رہے۔ اس کے بعد دہلی گئے اور مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے دائرہ شاگردی میں شامل ہوئے۔ ان سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ کو روانہ ہوئے۔ وہاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے شاگرد مولانا بزرگ علی مارہرویؒ کی خدمت میں حاضری دی، ان سے معقول ومنقول کی تعلیم حاصل کی اور ایک سال تک ان کے مدرسے میں پڑھاتے بھی رہے۔

آپ علی گڑھ کے مفتی مقرر ہوئے جہاں تدریس کے ساتھ ساتھ تین سال یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد علی گڑھ کا منصب قضا بھی آپ کے سپرد ہوا دو سال اس عہدے پر مامور رہے۔ پھر بریلی میں تبادلہ ہو گیا اور وہاں کے صدر امین مقرر کیے گئے۔ چار سال اس منصب پر فائز رہے۔ بعد ازاں ترقی کر کے آگرہ کے صدر اعلیٰ بنا دیے گئے۔ نئے منصب پر متمکن ہونے کے لیے بریلی سے آگرہ جا رہے تھے کہ 1857ء کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ چنانچہ ان حالات میں آگرہ نہ جا سکے، بریلی اور رام پور میں قیام رہا۔ 1857ء کے بعد آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلا اور کالے پانی کی سزا ملی۔

مفتی صاحب جزائر انڈمان (کالا پانی) پہنچے تو ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی، لیکن اتنے ذہین اور متبحر عالم تھے کہ کتابیں نہ ہونے کے باوجود وہاں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

۱۔ ترجمہ تقویم البلدان: یہ ایک عربی کتاب ہے اور اپنے موضوع میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ انڈمان کے انگریز حاکم نے اس کا عربی سے اردو میں ترجمہ کرانے کا ارادہ کیا تا کہ بعد میں اسے اردو سے انگریزی میں منتقل کرنے میں آسانی رہے۔ جو عربی دان علماء اس زمانے میں سیاسی قیدی کی حیثیت سے کالا پانی میں موجود تھے۔ ان میں سے بعض علما سے اس کا اردو ترجمہ کرنے کو کہا گیا۔ مگر کسی نے نہ کیا۔ مفتی صاحب سے کہا تو انہوں نے کر دیا، اس سے انڈمان کا انگریز حاکم بہت خوش ہوا اور پھر یہی کتاب ان کی رہائی کا سبب بنی۔

۲۔ علم الفرائض　　　۳۔ ملخصات الحساب

۴۔ تصدیق المسیح وردع حکم القبیح

۵۔ الکلام المبین فی آیات رحمۃ اللعالمین

۶۔ محاسن العمل الافضل فی الصلوۃ

۷۔ الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید

۸۔ ہدایات الاضاحی

۹۔ لیلۃ القدر

۱۰۔ فضل العلم والعلماء

۱۱۔ فضائل درود وسلام

۱۲۔ میلوں کی مذمت میں (رسالہ)

۱۳۔ ضمان الفردوس (رسالہ)

۱۴۔ الاربعین من احادیث النبی الامین

۱۵۔ علم الصیغہ

۱۶۔ وظیفۃ کریمہ

۱۷۔ تاریخ حبیب اللہ

۱۸۔ خجستہ بہار

۱۹۔ مواقع النجوم

تقویم البلدان کے اردو ترجمے کی وجہ سے انڈیمان کے انگریز حاکم کی سفارش سے رہا ہوئے تو واپس ہندوستان آئے اور کان پور میں اقامت اختیار کی۔ وہاں مطبع نظامیہ کے مالک حاجی عبدالرحمٰن مرحوم نے ان کے لیے ایک مدرسہ قائم کر دیا تھا جو ''مدرسہ فیض عام'' کے نام سے مشہور ہوا۔ وہاں صرف تین سال پڑھایا۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ جب جہاز جدہ کے قریب پہنچا تو ایک چٹان سے ٹکرا کر غرقاب ہو گیا۔ دوسرے عازمین حج کے ساتھ آپ بھی سمندر میں ڈوب گئے اور درجہ شہادت پایا۔ یہ واقعہ ۱۷ شوال ۱۲۷۹ھ بمطابق 7 اپریل 1863ء میں پیش آیا۔[23]

مولانا شیخ محمد تھانویؒ (متوفی ۱۲۹۶ھ)

مولانا محمد بن احمد اللہ فاروقی تھانویؒ، مشہور علماء وفقہا میں سے تھے۔ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) میں پیدا ہوئے۔ پہلے مولانا عبدالرحیم تھانویؒ اور شیخ قلندر بخش جلال آبادیؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے متعدد درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر عازم دہلی ہوئے۔ وہاں مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے علوم مروجہ حاصل کئے اور مولانا فضل حق خیر آبادیؒ سے فلسفہ ومنطق کی تکمیل کی۔ شاہ محمد اسحاقؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث میں عبور حاصل کیا۔

آپ ابتدائی عمر ہی میں سید احمد شہید بریلویؒ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ جب جوانی کو پہنچے تو شیخ نور محمد جھنجانویؒ سے اخذ طریقت کیا۔ بعد ازاں ٹونک گئے اور وہاں کی مسند تدریس پر فائز رہے۔ مدت تک وہاں درس وافادہ میں مصروف رہے۔ بہت سے علماء وفضلا نے آپ سے استفادہ کیا۔ پھر اپنے وطن تھانہ بھون واپس آ گئے اور تمام عمر تذکیر وتلقین اور دعوت وارشاد میں صَرف کر دی۔ آپ کا چھیاسٹھ برس کی عمر میں ۱۲۹۶ھ 1879ء میں انتقال ہوا۔ مولانا درج ذیل کتب کے مصنف تھے۔

1- الحواشی الجدیدہ: (نسائی کا حاشیہ)

2- دلائل الاذکار فی اثبات الجہر بالاسرار

3- القسطاس فی اثر ابن عباس

4- ارشاد محمدی

5- اثبات ذکر بالجہر

6- مکاتب محمدیہ

7- المناظر المحمدیہ

8- تفضیل الشیخین

9- تعلیقات علی عقائد

10- دفتر ہفتم مثنوی مولوی معنوی (24)

مولانا مظہر نانوتویؒ (متوفی 1885ء)

مولانا مظہر نانوتویؒ مولانا محمد احسن نانوتویؒ کے بڑے بھائی تھے۔ 1823ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وحفظ قرآن اپنے والد حافظ لطف علیؒ سے کیا۔ ''دہلی کالج'' دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی سند حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے حاصل کی۔ مفتی صدر الدینؒ اور مولانا رشید الدینؒ سے بھی استفادہ کیا۔

رجب ۱۲۸۳ھ/ 1866ء میں مولوی سعادت علی سہار نپوریؒ نے ایک مدرسہ سہار نپور میں بنایا۔ مولوی سخاوت علی انبیٹھویؒ، مولوی عنایت علیؒ اور حافظ قمر الدینؒ مدرس مقرر ہوئے اور مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ جب مدرسہ کو ترقی ہوئی تو حافظ فضل حقؒ نے اپنے مکان کو مدرسہ کے لیے وقف کر دیا۔ (حافظ فضل حقؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مرید اور مولانا محمد مظہرؒ کے مخلص دوست تھے)۔ مدرسہ تعمیر ہونے کے بعد مدرسہ کا نام مظاہر العلوم تجویز ہوا۔ مدرسہ مظاہر العلوم ہندوستان کی مشہور اسلامی درسگاہ ہے جس نے علوم اسلامی کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور بڑے نام ور علماء پیدا کئے۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے بڑا نام کمایا۔ ۱۲۷۷ھ میں مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے ہمراہ مولانا محمد مظہرؒ نے پہلا حج کیا اور ۱۲۹۵ھ میں دوسرا حج کیا۔

مولانا محمد مظہرؒ حدیث وفقہ میں بڑا درک رکھتے تھے۔ مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے جب مولوی خرم علی بلہوریؒ کے ورثاء سے درمختار کا اردو ترجمہ اشاعت کی غرض سے خریدا تو اس کتاب کے بقیہ ترجمے اور صحت ودرستی میں مولانا محمد مظہر نانوتویؒ پورے پورے شریک رہے۔ جس کا مولانا محمد احسنؒ نے کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ آپ نہایت متقی، پرہیز گار منکسر المزاج اور نیک نفس بزرگ تھے۔ ۱۳۰۲ھ میں سہار نپور میں فوت ہوئے۔ مولانا محمد مظہر نانوتوی کے انتقال پر سر سید احمد خاں نے ایک شذرہ لکھا، جو درج ذیل ہے:

> ''افسوس ہے کہ مولوی محمد مظہر صاحب نے جو عربی مدرسہ سہار نپور میں مدرس تھے اور ان ہی کی ذات بابرکات سے اس مدرسہ کو عزت اور رونق تھی بروز شنبہ تیسری اکتوبر ۱۸۸۵ء کو انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے، جس زمانے کہ دہلی میں طالب علم تھے اسی زمانے میں ان کی ذہانت مشہور تھی۔ تقویٰ وورع میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ بیس برس سے انہوں نے اپنے ہم قوموں کو علوم دینی کی فیض رسانی پر کمر ہمت چست باندھی تھی۔ اور عربی مدرسہ سہار نپور میں باشکستہ ہو کر بیٹھ گئے تھے آمدنی مدرسہ سے صرف پچیس روپیہ ماہواری بقدر گزر اوقات لیتے تھے اور علوم تعلیم میں مصروف تھے بہت لوگ ان سے فیض یاب ہوئے مگر افسوس ہے کہ اجل نے لوگوں کو اس فیض سے محروم کر دیا۔'' (25)

علامہ غلام محی الدین بگویؒ (متوفی ۱۲۷۳ھ/ 1857ء)

آپ محرم ۱۲۰۳ھ/ 1788ء کو بگہ شریف میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کے بعد ابتدائی کتب اپنے والد ماجد اور علاقے کے بعض اساتذہ سے پڑھیں۔ آپ ۱۲۲۵ھ/ 1810ء میں دہلی روانہ ہوئے۔ آپ کے بھائی مولانا احمد الدین بگویؒ بھی ہمراہ تھے۔ اعلیٰ درجہ کی کتابیں ختم کرنے کے

بعد علم حدیث کے لیے آپ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ حدیث کے اسباق سبقاً سبقاً ان سے پڑھے اور دورہ حدیث مکمل کیا۔ جب آپ حدیث کی تعلیم مکمل کر چکے تو شاہ محمد اسحاق دہلویؒ انہیں اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے پاس لے گئے اور ان کی خدمت میں اپنے شاگرد کو پیش کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے علم حدیث میں ان سے بہت سارے سوالات کیے۔ مولوی فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

> ''ان سوالات کے جواب آپ نے ایسے عمدہ دیئے کہ شاہ صاحب نہایت خوش ہوئے اور انہوں نے علم حدیث کی سند دے کر دعا فرمائی اور کہا کہ انشاءاللہ تعالیٰ آپ سے بڑا فیض ہوگا۔ اور نصیحت کی کہ جب تم وطن میں جاؤ تو ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پڑے۔''(26)

آپ واپس تشریف لائے اور بگہ شریف میں مسند درس وارشاد اور افتاء و قضا پر متمکن ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ بگہ شریف کی مسند درس و تدریس اپنے چھوٹے بھائی علامہ احمد الدین بگویؒ کے حوالے کی اور خود لاہور روانہ ہوئے۔ آپ نے تیس سال تک لاہور میں حکیموں کی ''لال مسجد'' میں تدریس فرمائی۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق قریباً دو ہزار سے زائد علماء نے آپ سے سند حدیث حاصل کی۔ آپ کے نامور شاگردوں میں مولانا نورالدینؒ چکوڑی شریف، مولانا شاہ محمدؒ فیروز پوری، مولانا غلام رسولؒ قلعوی، مولانا نور احمد چنیوٹیؒ خاص طور پر لائق تذکرہ ہیں۔ آخری عمر میں آپ کو فالج ہو گیا تھا مگر اس بیماری کی حالت میں بھی طلباء کو برابر پڑھاتے رہے۔ ۳۰ شوال ۱۲۷۳ھ/ 24 جون 1857ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔(27)

علامہ احمد الدین بگویؒ (متوفی ۱۲۸۶ھ/ 1869ء)

آپ کی ولادت ۱۲۱۷ھ بمطابق ۱۸۰۳ء بگہ شریف میں ہوئی۔ آٹھ سال تک ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا حافظ نور حیات بگویؒ کے پاس حاصل کی اور مروجہ کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۲۵ھ/ 1810ء میں اپنے بڑے بھائی علامہ غلام محی الدین بگویؒ کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے۔ قیام دہلی کے دوران آپ نے مختلف اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ علم حدیث مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے حاصل کیا۔

دہلی سے لوٹ کر پنجاب میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ لاہور اور بگہ شریف میں گزارا اور کچھ عرصہ بھیرہ میں بھی رہے۔ فتاویٰ اور دینی امور میں رہنمائی کے لیے ملک بھر کے علماء آپ سے رجوع کرتے اور اپنے مسائل حل کرواتے تھے۔ مولوی فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

> ''غرض جس قدر انتشار علم معقول و منقول (متحدہ) پنجاب میں ان ہر دو بھائیوں سے ہوا ہے، کسی دوسرے (عالم) سے نہیں ہوا۔ ہزارہا آدمی صرف بہائی سے لے کر (دورہ حدیث تک) ان سے فارغ التحصیل اور فیض یاب ہوئے۔ گویا پنجاب میں کوئی صاحب علم ان کی شاگردی سے بے بہرہ نہ ہوگا۔ کوئی بالذات (اور) کوئی بالواسطہ ان کے تلامذہ میں منتسب ہوگا۔''

آپ اتفاق رائے سے بادشاہی مسجد انگریزی تسلط سے واگزار ہونے کے بعد 1857ء میں اس کے پہلے امام اور خطیب مقرر ہوئے اور ۱۸۶۹ء تک وہاں خدمات انجام دیں۔ آپ نے لاہور، بگہ شریف اور بھیرہ کی مساجد میں علمی مراکز اور دینی مدارس قائم کیے جہاں کم و بیش ۴۵ سال کی درس و تدریس میں ہزاروں طلبہ مستفیض ہوئے۔ یہ طلبہ کسی ایک علاقے یا شہر کے نہ ہوتے تھے بلکہ پورے ہندوستان، بنگال، برما، افغانستان اور دیگر دور دراز علاقوں سے آتے تھے۔ چند مشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا غلام رسولؒ ساکن قلعہ میاں سنگھ، مولانا نورالدینؒ چکوڑی شریف، مولانا زین العابدینؒ چنیوٹی، مولوی حکیم نورالدین بھیروی (قادیانی)، حکیم مولوی اللہ دین شیخ پوریؒ، حکیم مولوی فضل احمدؒ، حکیم میاں شیخ احمدؒ راولپنڈی، حکیم مولوی تاج محمود ہزارویؒ، مولانا محمد بخش حلال پوریؒ، مولانا سلطان احمد گھٹیالہ شیخاں، مناظر اسلام مولانا حافظ ولی اللہ لاہوریؒ، مولوی کرم الٰہی بھیرویؒ، مولانا غلام علی قصوریؒ، مولانا غلام قادر بھیرویؒ لاہوری، مولانا غلام محمد بگویؒ، مولانا عبدالعزیز بگویؒ۔

آپ کی اکثر تصانیف نایاب ہیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

1- دلیل المشرکین (شرک کی حقیقت پر)
2- ضیاء الصرف شرح صرف میر (صَرف پر)
3- احمدیہ حاشیہ ملا جامی
4- احمدیہ حاشیہ خیالی (علم کلام پر)
5- احمدیہ حاشیہ مطول (علم معانی پر)
6- رسالہ در مسئلہ غنا (عبادات پر)

آپ نے ۱۳ شوال ۱۲۸۶ھ/ دسمبر 1869ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو جامع مسجد بھیرہ خانقاہ بگویہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔[28]

سرسید احمد خان (متوفی 1898ء)

سرسید احمد خان کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ 17/ اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ بلاشبہ برصغیر کی ان نامور شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا دھارا موڑا۔ آپ کو پاکستان کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کے ہی دیئے گئے جذبے کی بدولت برصغیر کے مسلمانوں میں اس پائے کا نظم وضبط اور آگہی پیدا ہوئی جس کی بدولت وہ تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنا سکے۔ آپ کے ہی تیار کردہ علی گڑھ کالج کے نوجوانوں نے تحریکِ پاکستان میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ آپ نے اگرچہ شاہ محمد اسحاقؒ سے اس طرح کا باقاعدہ استفادہ نہیں کیا، جس طرح عموماً مدارس کے طلبہ وہاں سالہا سال رہ کر کرتے اور باقاعدہ سند سے سرفراز ہوتے ہیں مگر شاہ صاحبؒ کی مجالس میں جانا اور آپ کے وعظ ونصیحت سے بہرہ مند ہونا یقیناً ثابت ہے مگر ابویحییٰ امام خان نوشہروی (جو ایک جید مصنف گردانے جاتے ہیں) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں آپ کا ذکر شاہ محمد اسحاقؒ کے تلامذہ میں کیا ہے۔ سرسید، شاہ صاحبؒ کے وعظ میں باقاعدہ حاضری اور آپ کے معمولات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں شاہ اسحاق صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا۔ باہر مَردوں کا ہجوم ہے، زنانہ میں عورتیں جمع ہیں۔ ڈولیوں کا شمار نہ پالکیوں کی گنتی۔ شاہی محلات تک کی بیگمات ہوتیں۔ امراء کے ہاں سے مکلّف کھانے کی دیگیں کہاروں کے کندھوں پر لدی چلی آرہی ہیں۔ صاحبزادی حاضر ہو کر عرض کرتیں ہیں حضرت جی کھانے آگئے، فرماتے تقسیم کردو۔ زنانہ حلقہ وعظ میں سے عورتیں اپنے اپنے برتن پیش کرتی ہیں۔ سب سے پہلے طلبہ کے لیے کھانا بھیجا جاتا۔ پھر عورتوں کو بٹتا، اس پر بھی بچ رہتا تو صاحبزادی عرض کرتیں حضرت جی کچھ کھانا بچ گیا ہے، فرماتے بیٹی ہمارے لیے نہیں بچا، اسے رہنے دو۔ شاہ صاحب خود معمولی چپاتی اور شوربہ گاڑھے کے دستر خوانوں پر رکھ کر تناول فرماتے۔ میں نے ان کا سا کھانا کسی کو کھاتے نہ دیکھا۔[29]

حضرت شاہ صاحبؒ کے معمولات سے قریبی آگاہی سرسید کے شاہ صاحبؒ کے ساتھ خاص تعلق کی نشاندہی کرتی ہے اور یہ تعلق نہ صرف شاہ

صاحبؒ کے دہلی میں قیام تک بلکہ آپ کے حجاز میں قیام اور مصروفیات کے تذکرے پر محیط ہے اور نجی حالات سے آگاہی اسی وجہ سے تھی کہ سرسید شاہ صاحبؒ سے اپنا تعلق شاگردی گردانتے تھے۔ سرسید نے اپنے بہت سے مضامین میں شاہ صاحبؒ کا ذکر بہت ادب واحترام سے کیا ہے۔ (30)

آپ مکہ مکرمہ میں بھی شاہ صاحبؒ کے حالات سے آگاہی رکھتے تھے اور اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

آپ کی کئی تصانیف اپنے موضوعات کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ آپ کی ایک خوبی جو اردو دان طبقے پر آپ کا احسان شمار ہوتی ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء نے مسجع و مقفیٰ اردو کے بجائے ایسی تحریر واسلوب کو رواج دیا جو عام فہم ہے۔ اس کو شاعروں اور دانشوروں کی زبان سے نکال کر عوامی زبان بنا دیا۔ آپ کا 27 مارچ 1898ء میں علی گڑھ میں انتقال ہوا۔

آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

1- خطباتِ احمدیہ
2- تفسیر قرآن العظیم
3- رسالہ اسبابِ بغاوتِ ہند
4- رسالہ طعام اہلِ کتاب
5- آثار الصنادید
6- تبیین الکلام
7- آئینِ اکبری
8- تسہیل فی جر الثقیل
9- قول متین در ابطال حرکت زمین
10- انتخاب الاخوین (31)

مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ (متوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

آپ موضع بلتھوا ضلع مونگیر، بہار میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید جواد علی تھا۔ ابتدائی علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ اس کے بعد حصولِ علم کی جستجو میں مولوی شاہ محمد حسینؒ (یہ مولوی ولایت علیؒ کے خلیفہ تھے) کی درس گاہ میں پہنچے، اس وقت صوبہ بہار کا یہی مرکزی مدرسہ تھا یہاں سے آپ نے مشکوٰۃ شریف وترجمہ قرآن مجید پڑھا، یہاں چھ ماہ قیام کے بعد آپ نے چند دن غازی پور قیام فرمایا جہاں بعض کتابیں مولوی احمد علیؒ چڑیا کوٹی سے پڑھیں۔ کچھ عرصہ بنارس میں ٹھہرنے کے بعد الٰہ آباد پہنچے اور دائرہ شاہ اجمل میں رہ کر صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

۱۲۴۳ھ آپ دہلی پہنچے، جہاں شاہ محمد اسحٰقؒ کا فیضان علم وعمل جاری تھا، مگر اس وقت آپ شامل حلقہ ہونے کی قابلیت نہ رکھتے تھے، اس لیے ابتداءً دوسرے اساتذہ سے اکتساب کیا جن میں مولوی عبدالخالق (متولی مسجد اورنگ آبادی، دہلی) سرفہرست ہیں۔ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی بیان کرتے ہیں:

> ''آپ کے یہ استاد شاہ محمد اسحاقؒ کے شاگرد تھے اور تکمیل کے بعد میاں صاحب کی شادی بھی آپ ہی کی دختر نیک اختر سے ہوئی، مجلس نکاح میں حضرت شاہ محمد اسحاقؒ اور مولانا محمد یعقوبؒ موجود تھے۔ نکاح کی رات شاہ صاحبؒ مسجد (مذکورہ) ہی میں طلبا کو ترجمہ اور ابوداؤد پڑھاتے رہے صبح کے وقت نکاح پڑھایا اور دعوت ولیمہ تناول فرمانے کے بعد وہ دولت کدہ پر واپس تشریف لائے۔ ان کے علاوہ ملا اخوند شیر محمد (متوفی ۱۲۵۷ھ)، مولانا جلال الدین ہروی، مولوی کرامت علی اسرائیلی، مولوی سید محمد بخش عرف تربیت خاں مہندس، ان تمام اساتذہ سے ابتدائی علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے تفسیر وحدیث میں بعض کتب سماعۃً واکثر قراءۃً پڑھیں۔'' (32)

مولانا نذیر حسینؒ کی ہر علم میں مہارت مسلمہ ہے۔ مولانا شاہ محمد اسحاقؒ کی ہجرت کے بعد میاں صاحب نے دہلی ہی میں مسجد اورنگ آبادی

میں مستقل درس قائم کیا جہاں ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم وفنون کی کتابیں بلا استثنا پڑھاتے لیکن بعد میں صرف تفسیر حدیث وفقہ پر انحصار رکھا، آپ صحاح ستہ اور جلالین پورے ایک سال میں ختم کرتے۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد آپ کی سوانح (الحیاۃ بعد المماۃ) میں ۵۰۰ تک نام بنام لکھی گئی ہے۔اس تعداد میں ہندوستان کے علاوہ عرب، عجم، بخارا، ترکستان، کابل، تبت، کشمیر ودیگر ایشیائی ملکوں کے طلبا کے نام مرقوم ہیں اور ہندوستان کے شاگردوں میں بے شمار ایسے حضرات ہیں، جو خود سند الوقت کہلائے، مثلاً مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم آروی مرحوم موسس مدرسہ احمدیہ آرہ، حضرت شاہ عین الحق پھلواروی، علامہ شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صوبہ بہار میں، حافظ عبداللہ محدث غازی پور میں اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں۔

حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی، اور سید عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری، امام صاحب مولانا عبدالجبار غزنوی، مولوی امیر حسن محدث و مولوی امیر احمد محدث ومولوی محمد بشیر محدث سہسوان میں، مولانا محمد سعید اور مولوی سید نذیر الدین احمد بنارس میں، مولوی نواب وحید الزماں خاں و مولوی بدیع الزماں حیدر آباد دکن میں، مولوی ابو یحییٰ محمد شاہ جہاں پور میں، مولوی عبدالرحیم شرر لکھنؤ میں، مولوی اکرام حسین کاکوری میں، مولوی محمد بن ہاشم سامرودی صوبہ بمبئی میں، حافظ عبیدالرحمٰن عمر پوری دہلوی اور مولوی احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلی میں اور ان تمام شاگردوں سے ممتاز عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری ہیں۔

آپ کو تدریس میں انہماک کی وجہ سے تصنیف وتالیف کی فرصت نہ مل سکی، جس قدر رسائل لکھے ''فتاویٰ نذیریہ'' میں جمع ہو چکے ہیں، ان کے سوا ایک مستقل کتاب ''معیار الحق'' بھی لکھی جو نواب قطب الدین کی کتاب ''تنویر الحق'' کے جواب میں ہے۔

۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کے لیے گئے۔آپ کو گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا مگر اس پر کبھی فخر نہ کیا، بلکہ فرمایا کرتے کہ مجھے کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا میں نہایت خوش ہوں کہ لوگ مجھے میاں صاحب کہتے ہیں۔میاں صاحب کا یہ لقب آپ کے استاد کی نسبت سے تھا کیونکہ مولانا شاہ محمد اسحاقؒ کا بھی یہی لقب تھا۔

آپ نے ۱۰/رجب ۱۳۲۰ھ/۱۳/اکتوبر 1902ء کو وفات پائی۔مولوی عبدالسلام (آپ کے پوتے) نے نماز جنازہ پڑھائی، اور رشیدی پورہ کے قبرستان میں اپنے صاحبزادے مولوی شریف حسین کے پاس مدفون ہوئے۔(33)

فصل دوم

تصنیفی خدمات

شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ اور مدرسہ رحیمیہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کو کفر و جہالت کی تاریکی سے نکالنے کے لئے جو کوششیں کیں، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے بھی اپنے پیشروؤں کی تقلید کی اور کفر و بدعات کا زور توڑنے کیلئے علماء کی ایسی وسیع جماعت تیار کی جنہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کا قبلہ درست کرنے کے لئے اپنی عمریں کھپا دیں۔ شاہ اسحاقؒ کے دور میں انگریز سیاسی طور پر پورے ہندوستان پر بلاشرکت غیرے حکمران تھے اور عیسائی مشنریوں کے پراپیگنڈہ اور ہندوؤں کی ہزاروں سال صحبت کی بدولت مسلمان اپنے عقائد سے دور ہوتے جارہے تھے۔ بدعات و مشرکانہ رسوم کو عبادات سمجھ کر بجالانا معمول بنتا جارہا تھا۔ ان حالات میں مدرسہ رحیمیہ سے کسی مسئلے کی بابت رائے کا اظہار جہاں ایک نمونے اور معیار کی حیثیت رکھتا تھا وہاں لوگوں کی بڑی تعداد اس کو حق سمجھ کر اس کا اثر بھی قبول کرتی تھی۔ شاہ اسحاقؒ نے تدریس کے علاوہ تصنیفی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ان کی تصنیفات درج ذیل ہیں: (34)

1- ترجمہ مشکوٰۃ
2- مائۃ مسائل
3- مسائل اربعین
4- شعب الایمان (35)

ترجمہ مشکوٰۃ شریف

شاہ محمد اسحاقؒ کے دور میں اردو زبان کی مقبولیت میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔ اور اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے عربی کتب کو رائج الوقت زبان کے قالب میں ڈھالا جائے تاکہ علماء اور عوام حدیث کے مطالب کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے آپ نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کا بین السطور اردو ترجمہ کیا جو آپ کی علم حدیث کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس ترجمے کو آپ کے شاگرد خاص نواب قطب الدین خان نے مختصر حواشی کے ساتھ مظاہر حق کے نام سے شائع کیا۔ آپ کا یہ ترجمہ اردو زبان میں مشکوٰۃ کا پہلا ترجمہ ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو آپ کا اردو دان طبقے پر بھی بہت بڑا احسان ہے۔ (36)

یہ کتاب بڑی تقطیع کے دو ہزار صفحات پر مشتمل تھی۔ اس ترجمے اور شرح کو کافی عرصہ بعد مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری نے جدید زبان میں ڈھال کر ''مظاہر حق جدید'' کے نام سے شائع کروایا۔ جس سے اس ترجمے کی مقبولیت آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح شاہ محمد اسحاقؒ کے دور میں تھی۔ نواب قطب الدین خانؒ نے مظاہر حق کے دیباچہ میں جن الفاظ میں شاہ محمد اسحاقؒ کے ترجمے اور اپنے حواشی کا تذکرہ کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم:

الحمدللہ الذی ارسل رسولہ الکریم لیھدینا الی الصراط المستقیم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ واصحبہ اجمعین

بعد اس کے مسکین محمد قطب الدین شاہ جہاں آبادی عرض کرتا ہے کہ کتاب مشکوٰۃ شریف علم حدیث میں عجب نافع کتاب ہے۔ کہ ہر مضمون کی حدیثیں اس میں مندرج ہیں اس کا ترجمہ عدیم النظیر میرے استاد بزرگوار مولانا مخدومنا مکرمنا حضرت حاجی محمد اسحاق نواسہ حضرت شیخ عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ کے نے بیچ زبان ہندی کے بین السطور میں لکھا تھا لیکن کاتبوں سے اس کی صحت میں فرق آنے لگا۔ مرضی جناب موصوف کی ایسی پائی کہ اگر یہ بطور شرح کے لکھا جاوے بہتر ہے اس لئے

اس ہیچمدان نے ترجمہ اس کا عبارت عربی سے علیحدہ کر کر لکھا اور فائدے مختصر مناسب مقام کے شروح مشکوٰۃ وغیرہ سے مثل مرقاۃ شرح ملا علی قاری اور ترجمہ شیخ عبدالحق اور حاشیہ جمال الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان کے سے زیادہ کر کر خدمت عالی میں عرض کی اور جناب ممدوح نے بھی کچھ فائدے لکھے تھے تبرکاً اس میں درج کئے اور نام اس کا ''مظاہر حق'' رکھا گیا ہے کہ اس میں تاریخ اس کی نکلتی ہے۔ یا اللہ اس کو قبول فرما اور ہم سب کو اس سے دارین میں فائدہ مند کر اور سند اس کتاب مستطاب کی یہ ہے کہ یہ کتاب اضعف العباد محمد قطب الدین بن محی الدین احراری الدہلوی غفر اللہ لہما نے حضرت مخدومی معظمی مکرمی مولوی محمد اسحٰق ؒ سے اور انہوں نے پڑھی حضرت شیخ عبدالعزیز ؒ سے اور ان کو اجازت ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ سے اور ان کو شیخ ابو طاہر مدنی ؒ سے اور ان کو شیخ ابراہیم کردی ؒ سے اور ان کو شیخ احمد قشاشی ؒ سے اور ان کو شیخ احمد بن عبدالقدوس شناوی ؒ سے اور ان کو سید غضنفر بن سید جعفر نہروانی ؒ سے اور ان کو شیخ محمد سعید معروف بمیر کلاں ؒ سے کہ اپنے وقت میں شیخ مکہ کے تھے اور ان کو سید نسیم الدین میرک شاہ ؒ اور ان کو اپنے والد بزرگوار سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن سید عبدالرحمٰن سے اور ان کو اپنے عم عالی مقدار سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن جلال الدین یحییٰ شیرازی الحسنی سے اور اس کو مسند وقت اور محدث عصر شرف الدین عبدالرحیم الجرنہی الصدیقی ؒ سے اور ان کو علامہ عصر امام الدین مبارک شاہ سادجی صدیقی ؒ سے اور ان کو مؤلف کتاب ولی الدین محمد عبداللہ الخطیب التبریزی ؒ سے۔

(یا اللہ مجھ کو اور ان سب کو بخش اور خطائیں ہماری معاف فرما)۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط اللھم صلی علی سیدنا محمد والہ و اصحابہ صلوۃ تنجینا بھا من جمیع الاھوال والأفات و تقضی لنا بھا جمیع الحاجات و تطھرنا بھا من جمیع السیأت و ترفعنا بھا عندک اعلی الدرجات و تبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیٰوۃ و بعد الممات انک علی کل شیء قدیر O (37)

مائۃ مسائل

شاہ اسحاق محدث دہلوی ؒ سے منسوب یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور ان نوے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو ان سے لوگوں نے کئے اور انکا جواب معتبر کتب کے حوالوں کے ساتھ مدلل طلب کیا۔ شاہ صاحب ؒ کے شاگرد جناب مولانا احمد اللہ بن دلیل اللہ صدیقی انائی ؒ نے اس میں شاہ صاحب ؒ کے مزید سوال و جوابات کا اضافہ کر کے ان کی تعداد کو سو کر کے شائع کر دیا اور اس کا نام '' مائۃ مسائل فی تحصیل الفضائل بالادلۃ الشرعیۃ وترک الامور المنھیۃ'' رکھ دیا۔ (38)

شاہ اسحاق ؒ نے ان سوالات کے ایسے محققانہ اور تسلی بخش جوابات عالمانہ پیرایہ میں دیئے ہیں کہ زبان کی روانی اور سلاست بھی قائم رہی ہے اور عام فہم آدمی بھی جواب کا مدعا بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ آپ نے ان جوابات کے لئے قرآن وسنت، صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری اہم کتابوں اور آئمہ اربعہ کے اقوال و آراء سے رجوع کیا ہے اور اس کے علاوہ اسی (80) کے قریب دیگر عربی و فارسی کی اہم ترین امہات الکتب سے استفادہ کیا

ہے۔ ہر مسئلہ کے جواب میں جابجا ان کتب میں سے مختلف حوالے درج کیے ہیں۔ ایک مسئلہ میں مختلف علماء وفقہاء کی ایک جیسی اور مخالف آراء کو اس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عبارت کے تسلسل اور مفہوم کو سمجھنے میں کوئی کمی نہیں رہتی اور اس کے ساتھ شاہ صاحبؒ کی قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، علم الکلام، فلسفہ اور دیگر علوم پر گرفت بھی سامنے آجاتی ہے۔ اور آپ کے استاد شاہ عبدالعزیزؒ کے اسلوبِ خاص کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔
شاہ اسحاقؒ کے یہ سو جوابات متنوع مسائل پر مشتمل ہیں۔ خصوصاً مشرکانہ رسومات، بدعات اور دیگر کئی معاشرتی خرابیوں کے خاتمہ کے لئے انتہائی مؤثر ثابت ہوئے اور ان کی اصلاح واحوال کا باعث بنے۔ اس کتاب سے شاہ صاحبؒ کے فقہی رجحان کا پتہ بھی چلتا ہے۔
کتاب میں موجود مسائل کا بڑا حصہ ان فروعات پر مشتمل ہے جو اس دور کے عوام کے درمیان جھگڑے کا باعث تھے اور آج بھی ہیں، جیسا کہ اس کتاب کے مرتب مولانا احمد اللہؒ نے اس کے مقدمہ میں فرمایا ہے:

''عوام وخواص کے تعصبات کی وجہ سے ان جوابات کی تحریر کا ارادہ نہ تھا مگر سوال پوچھنے والوں کا شوق، حاضرینِ مجلس کا اصرار اور خیر کی تبلیغ کے پیشِ نظر شاہ صاحبؒ نے یہ جواب مرحمت فرمائے۔''(39)

زیرِ نظر کتاب کا اردو ترجمہ مولانا عبدالحئیؒ نے کیا ہے اور اس کتاب پر حاشیہ مولانا حبیب احمد کیرانویؒ کا ہے۔ اس کے مختلف حصوں کا جائزہ حسبِ ذیل ہے۔
شاہ صاحبؒ نے شرک کا مفہوم اس خوبی سے بیان کیا کہ کسی قسم کا کوئی ابہام توحید وشرک کے متعلق باقی نہیں رہتا۔ آپ نے شرک کی کئی ایسی اقسام کو بحوالہ بیان کیا جو اس معاشرے میں رائج ہو چکی تھیں اور لوگ اسے دین کا حصہ سمجھتے تھے۔ مثلاً غیر اللہ کی قسم کھانا، بدشگونی لینا، ریاکاری کی خاص صورتیں، جادو ٹونہ، کسی کے نام کو تقرّب کے لئے جپنا وغیرہ، فرماتے ہیں:

''شریعت میں خداوند تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کو غیر خدا کے لئے ثابت کرنا بھی شرک ہے۔ مثلاً جیسا علم خدا کو ہے ویسا ہی غیر خدا کے لئے سمجھنا یا جیسی قدرت خدا میں ہے ویسی ہی قدرت غیر خدا کیلئے ثابت کرنا یا مریض کو شفا دینے میں جیسی صفت خدا میں موجود ہے ویسی ہی صفت غیر خدا کے لئے سمجھنا۔ دنیاوی معاملات میں اپنے ارادے سے غیر خدا کو متصرف سمجھنا۔ چنانچہ یہ سب صفات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ غیر کو ان صفات سے متصف کرنے والا مشرک ہو جائے گا۔''(40)

نہایہ کا حوالہ دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''جس نے غیر خدا کی قسم کھائی تو اس نے بے شک خدا کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔''(41)

شاہ محمد اسحاقؒ چونکہ شاہ عبدالعزیزؒ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت بھی تھے۔ اس لئے تصوف وطریقت کے معاملات میں بھی مہارت رکھتے تھے اور کئی متلاشیانِ حق کو مراقبہ اور تصوف کی تعلیم بھی تلقین کیا کرتے تھے۔ اس کتاب کا ایک خاصہ حصہ صوفیاء اور اولیاء سے متعلقہ ہے۔ جس میں ان کی عظمت وحرمت، ان کی کرامات، شیخ کا تصور، ذکر کے معاملات، درباروں پر مروجہ رسومات اور ان کی نسبت سے خدا سے مانگنا، صاحبِ مزار سے براہِ راست مدد طلب کرنا، جیسے معاملات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور قرآن وسنت کو معیار بنا کر تصوف کا حقیقی رخ پیش کیا ہے۔ ولی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خداوند کی ذات وصفات کا عارف ہو اور طاقت کے موافق خدا کی تابعداری پابندی سے کرتا ہو۔ گناہوں، لذات اور

خواہشاتِ نفسانیہ میں پھنسے رہنے سے بچتا ہو۔'' (42)

صوفیاء کی کرامات کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ولی مطلق کی کرامات کا منکر بدعتی، معتزلی ہے۔ ایسا شخص جو منکر کراماتِ اولیاء ہو، اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔'' (43)

مگر اس کے ساتھ ہی اولیاء کے درباروں اور بعض مجالس میں لہو ولعب اور آلات مزامیر کے استعمال پر سخت گرفت کرتے اور اس عمل کو خلافِ شرع قرار دیتے ہیں اور خصوصاً کتاب کے آخر میں موجود دس جوابات میں انتہائی مدلل انداز میں ایسی مجالس میں جانے کی ممانعت کرتے ہیں۔

قبر اور میت کی تعظیم کے متعلق فرماتے ہیں:

''میت کی تعظیم اسی طرح کی جانی چاہئے جیسی اس کی زندگی میں تھی مگر جب دفن کر دیا گیا تو جو معاملہ اس کے جسم کے ساتھ کیا جاتا تھا، موقوف ہو گیا۔ اب قبر کے ساتھ معاملہ رہ گیا ہے، جو علیحدہ ہے۔ شریعت میں قبر کی تعظیم صرف اس قدر ہے کہ نہ اس پر بیٹھے، نہ پیر رکھے، نہ جوتیاں لے کر چڑھے۔ پیشاب اور پاخانہ کرنے سے بچے اور قبر کی تعظیم مثلاً بوسہ دینا، ہاتھ پھیرنا، چومنا اور سجدہ وطواف کرنا، جھکنا اور چہرے پر مٹی ملنا جائز نہیں۔'' (44)

مگر اس کے ساتھ ساتھ میت کو ثواب کی نیت سے محتاجوں کو کھانا کھلانا جائز قرار دیتے ہیں مگر اس کے ساتھ جڑی ہوئی رسومِ باطلہ پر تنقید بھی نہیں بھولے۔ فرماتے ہیں:

''کھانا اور شیرینی وغیرہ صدقہ دینا اور مردوں کو اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے جو فقہ اور عقائد کی کتابوں میں مذکور ہے مگر فاتحہ مروجہ کی کوئی اصلیت نہیں۔'' (45)

شاہ صاحبؒ نے بدعت کی تشریح اور اس کی مختلف اقسام اور مذاہبِ اربعہ میں بدعات کے متعلق آراء پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آپ مذاہبِ اربعہ کے اتباع کو سنت کا اتباع بتاتے ہیں نہ کہ بدعت کی کوئی قسم۔ اور اس حدیث کو بطور حوالہ پیش کرتے ہیں۔ "**من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها**" (46) ''جس شخص نے عمدہ طریقہ جاری کیا تو اس کو رائج کرنے کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا، دونوں کا ثواب اسے ملے گا۔''

اس ضمن میں شاہ صاحبؒ کی بحث انتہائی مفید ہے، خصوصاً فرقہ واریت کے اس ماحول میں کہ جب کسی کو بدعتی کہہ کر باطل کا پیروکار ظاہر کرنا عام سی بات بن گئی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن وحدیث کے معاون علوم مثلاً فقہ، صرف ونحو، تفسیر، علم الکلام، ان سب علوم کا سیکھنا دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ مذاہبِ اربعہ کو عین سنت پر مبنی قرار دیا ہے اور ان کے پیروکاروں کو بدعتی کہنے والوں کی گرفت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''مذاہبِ اربعہ کی تقلید بعینہٖ حدیث کے ظاہر وباطن کی تقلید ہے اور متبعِ حدیث کو بدعتی کہنا گمراہی اور بدبختی ہے۔'' (47)

منت ماننا ایک عبادت ہے جو کہ صرف اللہ کے لئے کی جا سکتی ہے نہ کہ مخلوق کے لئے۔ نذر اور منت ماننا ہندوستان کے مسلمانوں کا عام وطیرہ تھا۔ آپ نے اس کے اوپر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور منت ماننے کی چار شرائط ذکر کی ہیں۔ آپ نذر کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر اس طرح کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں تو فلاں مزار کے فقیروں اور مجاوروں کو کھانا کھلاؤں گا تو نذر

صحیح ہوگی اوراس کی وفالازم ہوگی۔اوراگر کہے کہ میری حاجت برآئے تو فلاں ولی کے لئے یااس کے نام پراس قدر نقدی دوں گا تو ایسی منت بالا جماع باطل ہے۔"(48)

اس کی تفصیل میں اس بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ نذر چونکہ صدقہ کی ایک صورت ہے۔اس لئے مالداروں کواس کا کھلانا جائز نہیں بلکہ محتاجوں اور حقداروں کو کھلایا جائے مگر ساتھ ہی یہ وضاحت بھی ہے کہ اگر منت کے کھانے کو بطریقہ دعوت پکائیں تو محتاج و مالدار کواس کا کھالینا جائز ہے۔

یہ کتاب ہر دور میں علماء اور خصوصاً عوام کی رہنمائی کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اور آج کے دور میں جب حقیقی سنت معاشرے کے فرسودہ رسم ورواج کے اندر گہری دب چکی ہے اور عملاً ہر بدعت سنت بلکہ فرض کے درجے تک پہنچ چکی ہے۔ایسی جامع، مدلل، مختصر اور سلیس کتاب اصلاحِ معاشرہ کے لئے جہاد کی ایک مثال ہے۔

مسائل اربعین

شاہ محمد اسحاقؒ کی زیرِ نظر فارسی کتاب "مسائل اربعین فی بیان سنت سید المرسلین" ہے۔اس کتاب میں بھی چالیس متفرق سوالات کا جواب بہ دلائل اور امہات الکتب کے حوالوں سے دیا گیا ہے۔یہ پینتیس سوالات تھے جو شاہ اسحاقؒ سے ایک نامور بزرگ محمد خان زمان خاں نے پوچھے تھے اور شاہ صاحبؒ کی ایماء پر آپ کے شاگرد سید ابو محمد جالیسری نے اس میں پانچ اور سوالات کا اضافہ کر کے اس کو چالیس سوالات وجوابات کی صورت میں مرتب کر دیا۔اس کتاب کا اسلوب "مائۃ مسائل" کی طرح عالمانہ اور محققانہ ہے۔ہر مسئلہ کے جواب میں قرآن وحدیث اور معتبر کتب کے حوالے موجود ہیں جو اس زمانہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک غیر معمولی بات ہے۔اس کتاب کی اہم خوبی مدلل مندرجات کے علاوہ اس کا اختصار بھی ہے۔کسی بھی مسئلے کو غیر ضروری وضاحت کی نظر نہیں کر دیا گیا بلکہ صرف متعلقہ مسئلے پر مختلف حوالے پیش کر کے دوٹوک رائے بیان کر دی گئی ہے۔مائۃ مسائل اور مسائل اربعین میں مذکور زیادہ مسائل کا تعلق شرک و بدعات اور ہندوستان کے مسلمانوں میں رائج رسوم باطلہ سے ہے۔اس لئے بیشتر باتیں مائۃ مسائل کے جائزہ میں بیان ہو چکی ہیں۔چند نئے پہلوؤں پر تبصرہ حسبِ ذیل ہے۔زیرِ نظر کتاب کا اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم نے انتہائی سلیس انداز میں کیا ہے۔تحریر کا زورِ بیان اور ادبی رنگ ذرا بھی متاثر نہیں ہوا اور ضرورت کے پیشِ نظر اپنی آراء بھی حاشیہ میں شامل کی ہیں۔کتاب کی فہرست مولانا انوار الحق قاسمیؒ نے مرتب کی ہے۔

ہندوستان کے مسلمان چونکہ ہزاروں سالوں سے ہندوؤں کے ساتھ رہ رہے ہیں اور ان کی بہت بڑی تعداد کے آباؤاجداد ہندومت سے تعلق رکھتے تھے۔اس لئے ہندو تہذیب کے اثرات سے بچنا مسلمانوں کے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا اور آج بھی ہے۔اگرچہ علماءِ حق نے ان دونوں قوموں کے درمیان فرق پیدا کرنے اور مسلمانوں کی الگ شناخت قائم رکھنے کے لئے بڑی منظم اور انتھک کوششیں کی ہیں اور ان کوششوں میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔خانوادہ شاہ ولی اللہ کی کوششیں اس ضمن میں سرِ فہرست ہیں۔شاہ اسحاقؒ چونکہ ولی اللہی مسند پر رونق افروز ہونے کی وجہ سے عوام وخواص میں اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے تھے۔اس لئے انہوں نے بھی معاشرتی جہاد کے اس سلسلے کو جاری رکھا۔اس سلسلے میں ایک خاص بات جو مسائل اربعین میں نظر آتی ہے، وہ شاہ اسحاقؒ کا اختلافی مسائل میں اعتدال کا رویہ ہے۔دین کی جو باتیں فروعات کے ذیل میں آتی ہیں، ان کے متعلق بات کرتے ہوئے قوم کا معاشرتی ماحول اور تاریخی پس منظر ذہن میں رکھ کر فتویٰ دینا ایک ایسے اعلیٰ ظرف عالم اور ایسے مجتہد کا کام ہے جو قوم کی نبض شناسی میں بھی ماہر ہو اور دین کے ڈھانچے کو بھی متاثر نہ ہونے دے۔مثلاً میت کی مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ کے متعلق فرماتے ہیں:

''دعائے مغفرت اور اہلِ میت کے واسطے دعائے خیر کرنا مستحب ہے۔تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھانا بظاہر جائز ہے کیونکہ حدیث شریف میں مطلق دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔لہٰذا اس وقت بھی کوئی مضائقہ نہیں۔''(49)

مُردے کی تعزیت اور اس کو ثواب پہنچانے کے لئے کلمہ اور سورتیں پڑھ کر بخشنا (50) اور کھانا تقسیم کرنے کے عمل کو جائز سمجھتے ہیں۔فرماتے ہیں:

''اہلِ میت کے واسطے تین دن تعزیت جائز ہے لیکن کسی ایک دن کو یعنی تیسرا، دسواں یا چالیسواں اس کے لئے مخصوص کرنا اور اپنے اوپر لازم کر لینا ٹھیک نہیں لیکن صدقہ کا ثواب مُردے کو پہنچانے کے لئے کھانا محتاجوں کو کھلانا ان دنوں یا ان دنوں کے علاوہ جائز ہے۔''(51)

ان مسائل کے علاوہ بھی اس کتاب میں کم و بیش دس کے قریب ایسے مسائل موجود ہیں جن میں آپ ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرتی رسومات کے معاملہ میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں جبکہ کئی علماء ان معاملات میں سختی کا رویہ اختیار کر کے عوام کی ایک بڑی تعداد کو دین کے قریب آنے سے محروم کر دیتے ہیں۔اس رویہ کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ دین کے اندر کوئی نئی چیز داخل کی جارہی ہے بلکہ اس معاملے میں حد مقرر کرنے کی ضرورت ہے کہ جس سے آگے رسم و رواج دین کے احکامات سے ٹکرانے اور بدعت کے قریب لے جانے کا سبب بن جاتے ہیں اور شاہ محمد اسحاقؒ اس حد سے بخوبی واقف تھے۔

حق کے لئے ڈٹ جانا آپ کو وراثت میں ملا تھا۔اس رویے کا مشاہدہ بھی مسائل اربعین میں کثرت سے دیکھنے کو ملتا ہے۔بعض لوگ باطل اور مروجہ خوشی و غمی کی رسومات پر اس حد تک عمل پیرا ہوتے ہیں کہ برملا کہتے ہیں کہ دین اپنی جگہ دنیا کی رسومات اپنی جگہ، ہم پر کسی کی حکومت نہیں، ان رسومات سے چھٹکارا ممکن نہیں، چاہے شرع کے موافق ہوں یا نہ ہوں۔شغل میلہ نہ ہو تو شادی کی محفل چالیسواں معلوم ہوتی ہے وغیرہ۔اس طرح کے رویے کی بابت شاہ صاحبؒ بہت مدلل اور دوٹوک جواب دیتے ہیں:

''جو کوئی ان بیہودہ کلمات کو زبان سے ادا کرتا ہے۔شرع شریف کے حکم کی رو سے اس کے حق میں اس طرح کے کلمات کہنا نہایت مذموم اور قبیح فعل ہوگا کیونکہ اس نے خدا اور رسول کے حکم کو مروجہ رسوم کے مقابلہ میں کم تر سمجھا ہے اور مروجہ رسوم کو (جو اکثر گناہوں اور بدعات پر مشتمل ہوتی ہیں) مضبوط پکڑا۔گویا دنیا کے کاموں کو آخرت کے کاموں پر ترجیح دی۔پس اگر وہ اسی طریقہ پر زندگی بسر کرتا ہے تو ایمان کے زوال کا خوف ہے۔العیاذ باللہ۔''(52)

چند کتب کے حوالے ذکر کرنے کے بعد اسی مسئلے میں دوٹوک انداز اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ممنوع اور گناہ کاموں اور اہلِ بدعت کی خاطر داری سے اجتناب کرے۔اگر چہ وہ قریب ترین اعزہ ہوں، مثلاً ماں باپ، بہن بھائی، بیٹی بیٹا، بیوی وغیرہ۔''(53)

اسی قسم کے چند اور مسائل بھی کتاب میں مذکور ہیں۔رسومِ باطلہ پر تنقید کرتے ہوئے شاہ اسحاقؒ کسی کی رعایت نہیں کرتے۔اس کے علاوہ مسائل کے جواب میں ائمہ اربعہ کے اقوال کو جگہ دیتے ہیں اور ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہیں مگر ترجیحاً فقہ حنفی سے رہنمائی لیتے ہیں۔آلاتِ مزامیر کی حرمت کے متعلق بھی چند مسائل کا ذکر کیا ہے۔آپ ان آلات کی مختلف اقسام اور ان کے جواز و عدم جواز پر معتبر دلائل دے کر اپنا موقف ثابت

کرتے ہیں۔اس کے علاوہ چند بیان کردہ مسائل میں صوفیاء اور تصوف کا ذکر بھی ملتا ہے آپ نام نہاد صوفیوں پر تنقید کرتے ہیں اور حقیقی بزرگان کا ذکر نہایت احترام سے کرتے ہیں۔ یہ کتاب ہر دور کے خاص و عام کے لئے یکساں مفید ہے۔خصوصاً ایسے لوگ جو خوشی و غمی کے معاملات میں دین کا حکم جاننا چاہتے اور سنت کے طریقے پر عمل کرنے کے خواہشمند ہیں اور موٹی موٹی فقہ کی کتب کو پڑھنا اور سمجھنا ان کے لئے محال ہے۔

رسالہ شعب الایمان

فارسی زبان میں اس مختصر رسالہ کا اصل مخطوطہ حکیم محمود احمد برکاتی کے پاس موجود ہے جسکے متعلق انکا دعویٰ ہے کہ یہ رسالہ آج تک شائع نہیں ہوا اور اس رسالے کو پہلی بار انہوں نے شائع کیا۔[54] حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایمان کے ستتر شعبے ہیں اس حدیث کی شرح میں مختلف علماء نے ان شعبوں کی وضاحت کی ہے اور کتب احادیث میں کتاب الایمان کی بحث میں اکثر محدثین نے ان شعبوں کو بیان کیا ہے اور بعض نے ان شعبوں پر مستقل کتب لکھیں مثلاً امام بیہقیؒ کی کتاب ''شعب الایمان للبیہقی''، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''جزا الایمان'' اور ادارۃ القرآن کراچی سے ''اجزاء الایمان'' کے نام سے تفصیلی کتاب شائع ہوئی ہے۔اس موضوع پر شاہ محمد اسحاقؒ کا یہ رسالہ باوجود مختصر ہونے کے انتہائی جامع ہے اور حقیقی طور پر دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔اسکی اہمیت کے پیش نظر اسکا اردو ترجمہ (جو پہلی بار کیا گیا) ملخص کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

ترجمہ شعب الایمان

مکلفین شریعت اوامر کو بجالانے اور نواہی سے بچنے کے پابند ہیں، نواہی دو قسم کے ہیں۔

۱۔ گناہ صغیرہ ۲۔ گناہ کبیرہ

گناہ صغیرہ وہ ہے جس کے متعلق دین میں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کیا گیا ہو اور توبہ نہ کرے یا توبہ کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اللہ سے اُمید ہے کہ وضو، نماز اور روزہ جیسی نیکیوں کے سبب اسے دور کردے۔**گناہ کبیرہ** معلوم ہونے چاہیئں کہ کہاں کہاں ہیں اور سختی کے ساتھ ان سے بچنا چاہیے۔کیونکہ اس سے اکثر نیکیوں کی توفیق ختم ہو جاتی ہے۔

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر آگ کی یا سخت عذاب کی وعید قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہو۔ یا اس کے مرتکب کا نام لیا گیا ہو۔یا جس کے مرتکب پر کوئی شرعی حد مقرر کی گئی ہو جیسے زنا، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی۔گناہ کبیرہ کی تعداد حدیث پاک کے اندر سترہ (۱۷) بیان کی گئی ہے۔چار گناہ دل کے اندر ہیں۔

1۔ پہلا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ذات میں شریک ٹھہرانا، عبادت میں شریک ٹھہرانا، استعانت طلب کرنا۔علم میں قدرت کے اندر، تصرف کے اندر، حلف کے اندر، پکارنے کے اندر، قول میں، نام لینے میں، اس کے علاوہ نذر کے اندر اور مخلوقات کے امور کو سپرد کرنے میں شریک ٹھہرانا۔

2۔ دوسرا گناہ جو دل کے اندر ہوتا ہے۔کسی گناہ پر اصرار کرنے کی نیت رکھنا۔

3۔ تیسرا گناہ اللہ پاک کی رحمت سے مایوس ہو جانا۔

4۔ چوتھا گناہ اللہ پاک کی تدبیر سے مطمئن ہو جانا (یعنی اللہ سے بے خوف ہو جانا)۔

5-8۔ چار گناہوں کا تعلق زبان سے ہے۔ان میں سے جھوٹی گواہی، پاکباز عورت یا مرد پاکباز پر زنا کی تہمت لگانا، جھوٹ، جادو۔

9-11۔ تین گناہ پیٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک شراب پینا، دوسرا یتیم کا مال کھانا، تیسرا سود کھانا۔

12-15۔ دو گناہ شرم گاہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ایک زنا اور دوسرا لواطت۔ اور دو ہاتھ سے تعلق رکھتے ہیں ایک ناحق قتل کرنا، دوسرا چوری کرنا۔

-16 ایک گناہ ریاست سے تعلق رکھتا ہے۔ میدان جنگ میں جہاد سے بھاگنا۔

-17 ایک گناہ تمام بدن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جو والدین کے حقوق کا پورا نہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جو کبیرہ گناہ شمار کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔ کسی کاہن کی تصدیق کرنا، رسول، قرآن اور فرشتوں کا انکار کرنا، اور انکے بیان کا مذاق اڑانا، ضروریات دین کا انکار کرنا، نماز روزہ زکوٰۃ حج کو چھوڑ دینا۔ نماز کو بغیر عذر کے وقت سے پہلے پڑھنا۔ نماز کو بغیر عذر کے وقت کے بعد پڑھنا۔ مسلمانوں سے ناحق جنگ کرنا۔ اور حضور ﷺ پر جھوٹ بکنا۔ صحابہ کرامؓ کو گالی دینا۔ شہادت کو بغیر کسی عذر کے چھپانا۔ رشوت لینا۔ میاں بیوی کے درمیان فساد ڈالنا۔ سلطان کی نافرمانی کرنا۔ کسی سے مال چھیننا ایک دینار کے برابر۔ بغیر کسی عذر کے رمضان کا روزہ توڑنا۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا۔ زندہ جانور کو آگ سے جلانا۔ عورت کا مرد کی نافرمانی کرنا بغیر کسی وجہ سے۔ اہل علم کی توہین کرنا۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔ نشے والی چیز پینا۔ محرم عورتوں سے نکاح کرنا۔ جواء بازی۔ کفر کی دوستی کی وجہ سے ہجرت نہ کرنا۔ کفار سے دوستی کرنا۔ والدین کے ساتھ بدگوئی کرنا۔ جہاد کو طاقت کے باوجود ترک کرنا۔

رسالے میں گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی وضاحت کے بعد مندرجہ ذیل شعبوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ پاک پر ایمان لانا۔ اللہ پاک کی تمام صفات پر ایمان لانا کہ وہ جمیع صفات کاملہ مثلاً حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، دیکھنا، کلام وغیرہ سے متصف ہے۔ ان کا اعتقاد رکھنا۔ اور اس چیز کا بھی اعتقاد رکھنا کہ اللہ تمام صفات ناقصہ اور زوال کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔ اللہ پاک کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ ملائکہ پر ایمان لانا۔ کتابوں پر ایمان لانا۔ اس کے رسولوں پر ایمان لانا، اچھی، بری تقدیر پر ایمان لانا، اور آخرت پر ایمان لانا۔ آگ، حشر، حساب، اللہ پاک کا دیدار، عذاب قبر پر ایمان لانا، اللہ پاک کے لئے محبت اور بغض رکھنا۔ اور آپ ﷺ سے محبت رکھنا۔ آپ ﷺ پر اعتقاد رکھنا اور تعظیم کرنا (جو کہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیجنا)۔ صحابہ کرامؓ، اہل بیت اور اتباع سنت سے محبت کرنا، یہ سب کچھ محبت نبی ﷺ میں داخل ہے۔ اور اخلاص کے ساتھ دین پر عمل کرنا، دین میں داخل ہے، ریا کو چھوڑنا۔

اس طرح ایمان کے شعبوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ پاک سے ڈرنا اور امید رکھنا۔ شکر ادا کرنا۔ وعدے پورے کرنا۔ منت کو پورا کرنا۔ صبر کرنا۔ نیکی کرنا۔ گناہ سے بچنا۔ اللہ کے فیصلے پر راضی ہونا۔ جہاد کرنا۔ توکل کرنا۔ بچوں سے شفقت۔ بڑوں کا ادب کرنا۔ ہم عمروں سے نرمی سے پیش آنا۔ تکبر کو چھوڑنا۔ خود پسندی، حسد، کینہ اور غصہ کو چھوڑنا۔ زبان سے کلمہ توحید اور تلاوت قرآن جاری رکھنا۔ علم سیکھنا اور سکھانا۔ اللہ سے دعا کرنا اور اس کا ذکر کرنا۔ استغفار کرنا۔ لغویات سے بچنا۔ نجاست حسی اور حکمی سے بچنا۔ ستر کو چھپانا۔ فرض نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا۔ اعتکاف بیٹھنا اور شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ عید الفطر کا فطرانہ دینا۔ حج کرنا۔ عمرہ کرنا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ جانور ذبح کرنا قربانی کے لئے۔ اپنے آپ کو فتنے سے بچانا (دین کے حفاظت کے لئے) دارالکفر سے دارالسلام کیطرف ہجرت کرنا۔ کفارہ ادا کرنا۔ اور قسموں کو پورا کرنا۔ اور عصمت کی حفاظت کرنا نکاح کے ذریعے۔ اپنے اہل وعیال کے حقوق کی خبر گیری کرنا۔ اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ اور اولاد کی تربیت کرنا۔ اور صلہ رحمی کرنا۔ مالک کی فرمانبرداری کرنا، اپنے غلاموں یا ماتحتوں کو راضی کرنا۔ ریاست میں عدل کرنا۔ جماعت کی پیروی کرنا، یہ بھی دین میں داخل ہے۔ اولی الامر کی اطاعت کرنا بشرطیکہ اُن کی کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو۔ لوگوں میں صلح کروانا۔ خوارج اور باغیوں سے قتال کرنا۔ کمزوروں کی مدد کرنا۔ امانتیں ادا کرنا۔ خمس ادا کرنا، مہمانوں کا اکرام و تعظیم کرنا، ہمسائے کا خیال رکھنا، لوگوں سے اچھے معاملات رکھنا، حلال طریقے سے مال کمانا اور حق جگہ پر خرچ کرنا، لیکن اسراف اور فضول خرچی سے بچنا۔ مسلمانوں میں سلام کو عام کرنا، کھانا کھلانا، سلام کا جواب دینا، اور دعوت

قبول کرنا بشرطیکہ اس کی طاقت رکھتا ہو اور وہاں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو۔ نماز جنازہ پڑھنا، مشایعت کرنا (مہمان کو رخصت کرنے کے لیے تھوڑی دور تک جانا) عیادت کرنا، ہر ماہ میں تین روزے رکھنا، لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانا، لہو (فضول کاموں) سے بچنا، حیا کرنا، تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا۔

فصل سوم

جہادی خدمات

تحریک جہاد، مختصر وضاحت

سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کے ذکر کے بغیر ہندوستان میں مسلمانوں کی جدوجہد کا ذکر نامکمل رہتا ہے۔ تحریک جہاد دراصل ولی اللٰہی تحریک (یعنی غلبہ واحیائے قرآن وسنت) کا ہی ایک حصہ تھی جس کا آغاز شاہ عبدالعزیزؒ کے فیض کی نسبت سے سید احمد شہیدؒ کے ذریعے ہوا۔ اس تحریک کے متعلق عام خیال یہی ہے کہ یہ جہاد پنجاب میں سکھوں کے خلاف تھا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ مساجد اور شعائرِ اسلام کی کھلم کھلا بے حرمتی کی جاتی تھی اور مسلمان خواتین کی آبرو ریزی کرنا سکھ فوجیوں کا معمول تھا وغیرہ۔ لیکن تحریک جہاد پر لکھنے والے ثقہ تحقیق نگاروں نے شواہد اور خود سید صاحبؒ کے خطوط کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا اصل مدعا پورے ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام تھا (نہ کہ صرف سکھوں کے خلاف جنگ) جو کہ انگریزوں کے انخلاء سے ہی ممکن تھا۔ بظاہر اس تحریک کا آغاز سکھوں کے ساتھ لڑائی اور سرحد کو مرکز بنانے سے ہوا جس کی وجہ اس دور کی سیاسی وفوجی حکمت عملی تھی کہ ہندوستان میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں انگریزوں کا عمل دخل کسی نہ کسی اعتبار سے نہ ہو جبکہ سرحد میں کم از کم یہ معاملہ نہیں تھا۔ دوسرے وہاں کے مسلمانوں میں دینی و جہادی حمیت زیادہ تھی اور پشت پر افغانستان کی وجہ سے یہاں پر مرکز کا بنا سیاسی وفوجی اعتبار سے فائدہ مند تھا[55]۔ چنانچہ مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

> ''سید صاحب جانتے تھے کہ اصل خطرہ کہاں ہے اور جہاد کی مہم کا صحیح رُخ کیا ہونا چاہئے۔ لیکن موقع جنگ اور پنجاب کے حالات نے انہیں پہلے سکھوں سے نبٹ لینے پر مجبور کیا۔ یہ اور بات ہے کہ اصل حریف (انگریزوں) سے پنجہ آزمائی سید صاحب کی شہادت کے بعد ہوئی۔''[56]

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''آپ جنگ آزادی کے ایک عظیم مجاہد تھے جن کا مقصد ہندوستان سے انگریزوں کا اخراج اور خاص ملکی حکومت قائم کرنا تھا۔''[57]

مولانا غلام رسول مہر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''سید صاحبؒ کا جہاد صرف پنجاب اور سکھوں کے خلاف نہ تھا بلکہ پورے ہندوستان کے لئے تھا جس میں انگریز بطور خاص آتے تھے۔''[58]

حالات کی ستم ظریفی کہ تحریک اپنے پہلے مرحلے ہی میں ایسے شدید نقصانات سے دوچار ہوئی کہ اگلے مرحلوں تک جانے کی نوبت ویسے نہ آسکی جو اس کے قائدین کا مقصد تھا۔ لیکن یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ اس تحریک نے ہندوستان کی سیاست اور مذہب پر ایسے اثرات چھوڑے جن کا اثر آج تک قائم ہے۔ مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والی بدعات کا خاتمہ اور اسلامی حکومت کا قیام اور خلافت علی منہاج النبوۃ کا جو سلسلہ تحریکِ مجاہدین نے شروع کیا تھا۔ آج بھی ہندوستان، کشمیر اور افغانستان میں باطل سے برسرِ پیکار مسلمانوں میں اسی کی جھلک نظر آتی ہے۔

تحریک جہاد کے دہلی مرکز کی سرپرستی

شاہ محمد اسحاقؒ کی فکر کا ایک اہم ترین پہلو جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ آپ ہندوستانی مسلمانوں کو ہر لحاظ سے مستحکم دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے اجداد نے کبھی بھی یہ کام نہیں کیا کہ خانقاہوں یا مدارس میں بیٹھے رہیں اور حدود اللہ اور شعائرِ اسلام کی بے حرمتی پر خاموش رہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے احمد

شاہ ابدالی کو مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو کچلنے کے لئے خط لکھ کر ہندوستان پر حملے کی دعوت دی اور عملی طور پر جہاد سے اپنی وابستگی ظاہر کی اور اپنی کئی تصانیف میں جہاد کے موضوع پر تفصیلی بات کی۔ آپ کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ نے ہندوستان پر قابض غاصب انگریزوں کے خلاف فتویٰ دے کر اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین شاہ محمد اسحاقؒ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ خاندانِ ولی اللّٰہی کی علمی وراثت کے ساتھ ساتھ جہادی فکر کے امین بھی ہیں۔ اور اس دور کی ہندوستانی سیاست اور اس میں مسلمانوں کے کردار پر گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ آپ کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے شاہ ولی اللہؒ کی انقلابی و جہادی تحریک میں شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد تیسرے امام کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ (59)

شاہ عبدالعزیزؒ نے سید احمد شہیدؒ کی تربیت کی اور انقلابی دعوت کے لیے جو مرکز بنایا اس کے اہم ارکان میں شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحیؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ تھے۔ اس میں نئی حزب یعنی افراد کو مہیا کرنے کے ذمہ دار شاہ اسحاقؒ تھے۔ اور امیر جہاد سید احمد شہیدؒ تھے۔ (60)

سید احمد شہیدؒ کی سکھوں کے خلاف برپا کی گئی تحریک جہاد میں جب مجاہدین دہلی سے نکل کر آگے بڑھ گئے تو دہلی میں مدرسہ رحیمیہ کو تحریکِ جہاد کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ پورے ہندوستان سے جو قافلے جہاد میں شرکت کے خواہشمند ہوتے، وہ دہلی پہنچتے اور یہاں سے ہدایات وصول کر کے آگے جنگی محاذ پر چلے جاتے۔

مولوی سید جعفر علی نقوی ۱۲۴۶ھ میں 21 آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ (یو۔پی) سے سرحد کے لیے روانہ ہوئے اور راہ میں دہلی پہنچ کر شاہ محمد اسحاق سے ملے اور ارادہ ظاہر کیا کہ دہلی میں چند اشیاء خرید لوں۔ شاہ صاحب نے رفقاء سے مشورہ کے بعد ان سے کہا کہ تمہارے پاس صرف سو روپیہ زادِ راہ ہے۔ یہاں تک تو دعوتوں اور نقد اعانتوں کے سہارے پہنچ گئے مگر آئندہ سفر میں یہ سہولتیں نہیں مل سکیں گی اس لیے یہ رقم محفوظ رکھو۔ حادثہ بالاکوٹ کے بعد وطن واپس جاتے ہوئے بھی وہ دہلی میں چودہ روز مقیم رہے اور شاہ محمد اسحاق و شاہ یعقوب سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ شیخ محمد اسحاق گورکھپوری جہاد میں شرکت کے لیے سرحد جاتے ہوئے دہلی پہنچے تو وہ بھی شاہ محمد اسحاق کے پاس مقیم رہے اور شاہ صاحب نے ان کی مہمان نوازی بھی کی اور جہاد کے لئے زادِ راہ بھی دیا اور ان کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ (61)

سرحد سے سید صاحب کے جو بھی قاصد خطوط لے کر اور چندہ وغیرہ کے معاملات کے لئے دہلی آتے تو وہ شاہ محمد اسحاقؒ کے پاس ہی قیام کرتے۔ 1829ء میں پیر محمد نامی قاصد فقیرانہ بھیس میں سید صاحبؒ کی ایک معرکے میں فتح کی خوشخبری لے کر اور زر اعانت لے جانے کیلیے شاہ اسحاقؒ کے پاس دہلی آیا اور لشکر کے حالات سے آگاہ کرنے کے بعد شاہ اسماعیلؒ کا ایک خط پہنچایا۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے اس کو تین ہزار کی ہنڈی اور تین سو روپے کی اشرفیاں دیں۔ (62) جب سرحد واپس ہونے لگا تو راستہ میں سکھوں نے اسے گرفتار کر لیا اور کچھ عرصہ لاہور میں قید رکھنے کے بعد اسے رہا کر دیا گیا۔ یہ دوبارہ شاہ صاحبؒ کے پاس پہنچا اور کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس سرحد گیا۔ (63)

”مکاتیب سید احمد شہیدؒ“ میں آپ کے نام ۱۴ مکاتیب ہیں ایک فارسی میں اور ۱۳ عربی میں ہیں۔ خطوط جن حالات میں لکھے جاتے تھے اور قاصد جن راستوں سے گزرتے تھے ان کی وجہ سے خطوط کا انداز مبہم ہوتا تھا، جس میں کاتب اور مکتوب الیہ کے نام واضح طور پر نہیں لکھے جاتے تھے۔ نمونہ کے طور پر ایک خط اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

”شیخین جلیلین للدرایته عینین وللرواة اذنین وللساحة یدین وللشهادة عضدین وللعبارة قدمین وللهدایته مسلمین اما اکبرهما فلا ریب فی انه شجرة غائرة الاصول والاعراق ناضرة الغصون والا

وزاق واما اصغرهما فلاتک فی انه ثمرة طعمها مرغوب وريحها محبوب" يا: الٰى كريم الاخلاق طيب الاعراق فاتح الاغلاق والٰى اخيه المحبوب ذی الخلق المرغوب" يا: ناصر ان بكلمة الله ناصحان لدين الله امّا اكبرهما فلا شک انه نقی الاعراق صفی الاخلاق وصی الآفاق و اما اصغرهما فلا ريب انه ذو الخلق المرغوب مطهر ادناس العيوب."(64)

"جلیل القدر دو شیخ جو سمجھ بوجھ کے لیے آنکھوں کا، اور راویوں کیلیے کان کا، ہتھیلی کے لیے ہاتھوں کا اور گواہی کے لیے بازوؤں کا، عبادت کے لیے قدموں کا اور ہدایت کے لیے فرمانبرداروں کا سا درجہ رکھتے ہیں ان میں سے بڑے بلاشک وہ ایسا درخت ہیں جس کی جڑیں گہری اور رگیں بڑی مضبوط ہیں۔ اس کی ٹہنیاں اور پتے بڑے سرسبز و شاداب ہیں اور ان میں سے جو چھوٹے ہیں وہ ایسا درخت ہیں کہ جنکا ذائقہ پسندیدہ اور خوشبو دلپذیر ہے۔ اے کریم اخلاق والے، اعلیٰ نسب والے پیچیدہ باتوں کو سلجھانے والے اور میرے محبوب بھائی اور پسندیدہ اخلاق کے مالک۔ اے اللہ تعالیٰ کے کلمے سے مدد حاصل کرنیوالے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے خیر خواہ۔ ان دونوں میں سے بڑے بلاشک پاکیزہ نسب، عمدہ اخلاق اور تمام عالم کے مرجع ہیں اور چھوٹے پسندیدہ اخلاق کے مالک اور عیوب کی گندگیوں سے پاک ہیں"۔

نقد رقم کے حصول کے لئے شاہ محمد اسحاقؒ اور آپ کے بھائی شاہ یعقوبؒ کی کوششیں قابل تحسین ہیں۔ آپؒ کے درس کے دوران آپ کے داماد اور شاگرد مولوی نصیر الدین مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تحریکِ جہاد کے لئے چندہ جمع کر رہے ہوتے۔(65) جب معقول رقم کا بندوبست ہو جاتا تو اسے سرحد بھیجنے کے لئے یا تو قاصد کا انتظام کیا جاتا یا سرحد سے آئے ہوئے قاصد یا دیگر ذرائع مثلاً اشرفیاں بنوا کر اسے کپڑوں میں سلائی کر دیا جاتا تا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔(66) بعض اوقات ہنڈی کا ذریعہ بھی استعمال کیا جاتا تھا جس کی تصدیق سید احمد شہیدؒ کے شاہ محمد اسحاقؒ کو لکھے گئے حسب ذیل خط سے ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از امیر المؤمنین سید احمد

بخدمت بابرکت صاحبزادہ والا تبار مولانا محمد اسحاق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
بعد از سلام مسنون دعائے اجابت مقرزہ واضح راں کہ بتاریخ دھم ماہ رمضان هنڈوی مبلغ هفت هزار و نه صد و پنجاه روپیه دریں جا رسید لیکن بجز پرچه کاغذ یك خر مهر نه رسید موجبش دریافت نیست لازم است که سبب تعویق آں نگارند۔
زیادہ والسلام مع الکرام(67)

"بخدمت جناب مولانا محمد اسحاق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، مسنون سلام و دُعا کے بعد واضح کرنا چاہتا ہوں کہ رمضان المبارک کی 10 تاریخ کو ہنڈی مبلغ 7950 روپے یہاں پہنچے ہیں۔ لیکن سوائے ایک کاغذ کے، (جس پر نہ مہر لگی ہے نہ ہی کوئی رسید پہنچی ہے)، ملا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کی تاخیر کی وجہ لکھی جائے۔ والسلام

ایک بار ہنڈی کے سلسلہ میں عدالت تک جانے کی بھی نوبت آ گئی تھی۔ سرسید احمد خاں نے بھی روپوں کے معاملے میں عدالتی کارروائی کی بابت لکھا ہے:

"دہلی کے ایک ہندو مہاجن سے جس کے پاس جہادی لوگوں کی امداد کے واسطے روپیہ جمع کیا گیا تھا امداد کے روپیہ میں کچھ تغلب کیا اور مسٹر ولیم فریزر بہادر کمشنر دہلی کے روبرو اس پر نالش ہوئی اور انجام کار مولوی محمد اسحاق صاحب مدعی کے حق میں اس دعوے کی ڈگری ہوئی اور جو روپیہ مدعا علیہ سے ڈگری کا وصول ہوا وہ اور ذریعہ سے سرحد بھیجا گیا اور اسی مقدمہ کی اپیل صدر کورٹ الٰہ آباد میں ہوئی وہاں سے بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا۔ (68)

۱۲۴۶ھ/ 1831ء میں بالاکوٹ کے میدان میں سید صاحب، شاہ محمد اسماعیل اور دوسرے اکابر جماعت کی شہادت کے بعد تحریکِ جہاد عملی طور پر ختم ہوگئی۔ شیخ ولی محمد پھلتی کو جماعت کا نیا سربراہ منتخب کیا گیا مگر کوئی تدبیر مؤثر ثابت نہ ہوئی اور جماعت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل نہ کر سکی۔ سید صاحب کی شہادت کے بعد تقریباً سات سو مجاہد بچے تھے۔ ان میں بہت سے مجاہدین ہندوستان واپس آ گئے حتیٰ کہ شیخ ولی محمد پھلتی بھی سید صاحب کے اہل و عیال کو (جو سندھ میں مقیم تھے) لے کر ہندوستان واپس آ گئے۔ ان میں سے کچھ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے اور کسی نہ کسی صورت میں جہاد سے منسلک رہے۔ اس سلسلے کا اختتام مولوی نصیر الدین کی شہادت (1840ء) پر ہوا۔ (69)

مولوی سید نصیر الدین دہلویؒ کی جہادی سرگرمیاں

شاہ محمد اسحاقؒ کا تحریکِ جہاد کی سرپرستی کا ذکر اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک آپ کے شاگرد و داماد مولوی سید نصیر الدینؒ کا تذکرہ نہ ہو جائے۔ آپ بڑی سرگرمی کے ساتھ شاہ محمد اسحاقؒ کے وعظ کے دوران مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر چندہ جمع کیا کرتے تھے۔ سانحہ بالاکوٹ کے بعد آپ نے بنفس نفیس عملی جہاد کے لئے دہلی سے مجاہدین کے قافلے کے ہمراہ ہجرت کی اور چھ سال تک مختلف علاقوں میں سکھوں اور انگریزوں سے برسرِ پیکار رہے۔ اس سارے عرصے میں آپ کو شاہ اسحاقؒ کی معاونت و مشاورت اور سرپرستی برابر حاصل رہی جو کہ شاہ محمد اسحاقؒ کی جہاد سے دلی رغبت کی عکاس ہے۔ (70)

سیّد نصیر الدینؒ ۱۲۵۰ھ/ 1835ء میں دہلی سے نکلے اور ٹونک، اجمیر، جودھ پور ہوتے ہوئے سندھ پہنچے جہاں سید صاحب کے اہل و عیال پہلے سے موجود تھے۔ یہاں مولوی صاحب نے سندھ کے مختلف علماء، مشائخ، امراء کو ترغیب جہاد دی اور مشورے کیے اور مزاری بلوچوں کے علاقہ میں قیام کیا اور ان سے معاہدہ کر کے سکھوں کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ سکھوں نے مزاریوں کا ایک علاقہ روجھان قبضہ میں لے لیا تھا۔ مولوی صاحب نے حملہ کر کے 1837ء میں روجھان مزاریوں کو واپس دلا دیا مگر بعد میں مزاریوں نے سکھوں سے صلح کر لی۔ مولوی صاحب سے سکھوں کی ایک اور جنگ "کن" کے مقام پر بھی ہوئی۔ والئی بہاول پور نواب بہاول خان اور سندھ کے حکام کے عدم تعاون پر مولوی صاحب نے مجبوراً مہرو (بلوچستان) میں قیام کر لیا۔ مہرو کے بعد بلوچستان کے دوسرے مقامات پر بھی تبدیل سکونت کرتے رہے۔ بعد میں افغانستان چلے گئے اور والئی کابل امیر دوست محمد خان کی حمایت میں آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا رخ سکھوں کے بجائے انگریزوں کی طرف ہو گیا۔ ۱۲۵۵ھ/ 1840ء میں انگریزوں نے قلعہ قندھار فتح کر لیا تو قلعہ گرش کی طرف بڑھے اور گرش پر قبضے کے بعد غزنی کی طرف بڑھے جہاں مولوی نصیر الدین اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ مقیم تھے۔ پہلے

دن زور دار معرکہ ہوا اور قلعہ غزنی سے ایسی گولہ باری ہوئی کہ فرنگی فوج کی ہمت پست ہوگئی۔ مگر دوسرے دن انگریز قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر مجاہدین نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا اور انگریزی فوج کو باہر نکال دیا اور جوش میں خود بھی باہر نکل آئے۔ والئی کابل کے بیٹے غلام حیدر خان کے ملازموں نے غداری کی اور فرار ہو گئے۔ اب صرف مولوی صاحب کے رفقاء رہ گئے جو آخر کار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

حکیم محمود احمد برکاتی عطا محمد خاں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جناب زبدہ سادات عظام قدوہ علماء کرام رافع رایات اسلام مولوی سید نصیر الدین صاحب کہ بعد شہادت جناب مولانا سید میاں احمد شاہ غازی در ملک سندھ آمدہ بود بسیاری از اہل اسلام را دعوت جہاد کرد وپیش دودہ خاں مری وبجار تومبکی رفتہ چند ماہ در آں جا متوقف بودہ جہت جہاد کفار سکھ بسیار سعی و تلاش نمود لیکن موثر نیفتاد و جناب موصوف ہم دریں جنگ قلعہ غزنی با مجاہدین مومنین راسخین جرعہ نوش بادہ شہادت گردید۔"(71)

''جناب زبدہ سادات وقدوہ علماء کرام علم بردار اسلام مولوی سید نصیر الدین صاحب جو مولانا سید میاں احمد شاہ غازی (سید صاحب) کے بعد سندھ آئے تھے اور بکثرت مسلمانوں کو دعوت جہاد دی تھی اور دودھ خاں مری اور بجار تومبکی کے پاس جا کر چند ماہ ٹھہرے تھے اور سکھوں سے جہاد پر آمادہ کرنے کی بڑی جدو جہد کی تھی مگر کوشش کامیاب نہیں ہوئی وہ (مولوی صاحب) بھی اس جنگ غزنی میں مجاہدین مومنین راسخین کے ساتھ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ باقی ماندہ جماعت کے ساتھ ستھانہ منتقل ہو گئے اور وہیں ۱۲۵۶ھ/ 1840ء میں وفات پائی۔ (72)

کسی بھی سیاسی وملی یا عسکری تحریک کی کامیابی کا انحصار بنیادی طور پر اس کے قائدین کے اخلاص، اصول وضوابط پر باقاعدگی اور نصب العین پر ڈٹ جانے پر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مالِ زر کی مسلسل فراہمی بھی تحریک کے لئے زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کا مرکز دارالحکومت دہلی سے سینکڑوں میل دور سرحد کا علاقہ تھا، جہاں مال وزر کی مسلسل فراہمی دہلی جیسے مرکز کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے مجاہدین کی مالی وعملی امداد کو ایک عرصے تک انجام دیا۔ اگر آپ تحریکِ جہاد کی مالی پشت پناہی نہ کرتے تو اس تحریک کے ابتداء میں ہی ختم ہو جانے کے واضح امکانات تھے۔ سانحہ بالاکوٹ کے بعد مولوی نصیر الدین کو عملی جہاد میں شرکت کی تاکید آپ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے مختلف مصنفین کا آپ کو صرف ایک مذہبی شخصیت لکھنا، حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔

ہجرت

شاہ محمد اسحاقؒ کی ہندوستان سے ہجرت بہت بڑا واقعہ ہے۔آپ کے بعد مدرسہ رحیمیہ جو کئی دہائیوں سے ہندوستانیوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا تھا، ویران ہو گیا۔اگرچہ آپ کے تیار کردہ علماء نے ہندوستان کے کونے کونے میں علم کے چراغ روشن رکھے مگر وہ اس مدرسہ کی کمی کو پورا نہ کرسکے۔آپ نے مدرسہ رحیمیہ کی مسند نشینی کے بعد سالہا سال تحریک جہاد کی سرپرستی اور اعانت کی تاکہ ہندوستان دارالحرب سے دارالاسلام ہو جائے، لیکن ۱۲۵۸ھ/1842ء میں آپ نے دارالحرب سے ہجرت کرنے کا عزم فرمالیا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی حجاز کی طرف ہجرت سراسر آپ کا ذاتی فعل تھا کیونکہ اگر آپ اس کو مسلمانوں کے لیے ضروری سمجھتے تو اپنے تمام متعلقین کو ساتھ لے جاتے۔یقیناً آپ کے پیش نظر آپ کے نانا شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ بھی تھا جس میں انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔(73) اس کے علاوہ اس زمانے میں کفر و بدعات میں قوت آچکی تھی اور شعائر اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا تھا اس لیے آپ دلبرداشتہ ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے۔(74) آپ اپنے احباب یعنی سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور اپنے داماد مولوی نصیر الدینؒ کی یکے بعد دیگرے شہادت کی وجہ سے بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی کردار سے مایوس ہو چکے تھے۔آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ آپ کو یہ باور کروا رہی تھی کہ وہ دن دور نہیں جب انگریز دہلی کے نام نہاد تخت پر بھی قبضہ جما لیں گے اور آپ کا یہ خدشہ آپ کی ہجرت کے چند سال بعد سچ ثابت ہوا جب 1857ء میں انگریزوں نے دہلی میں قتلِ عام کر کے نام نہاد شاہوں کو پھانسیاں دیں اور پورے برصغیر پر اپنی حکومت بلاشرکتِ غیرے مستحکم کر لی۔آپ کو ہجرت سے روکنے کے لئے امراء و عوام کی اکثریت آپ کے پاس آئی مگر آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔(75)

آپ کی ہجرت کی کیفیت مرزا محمد بیگ دہلوی نے یوں بیان کی ہے:

"تمامی علماء و رؤسا نیز حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ تا درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ بمعیت آں حضرت رفتند و مرخص گردانیدند از صدمہ مفارقت آں مجمع البرکات تمامی اہل ایں دیار مغموم بودند و ہر صغیر و کبیر از دردِ فراق آں یگانہ دل گیر و ملول بود۔"(76)

"تمام علماء و رؤساء دہلی نیز حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کی درگاہ تک حضرت کے ساتھ گئے اور آپ کو رخصت کیا۔آپ کی جدائی کے صدمہ سے اس شہر کے تمام باشندے مغموم تھے اور آپ کی جدائی کے رنج سے ہر چھوٹا و بڑا دل گرفتہ و ملول تھا۔"

آپ کے رفقائے ہجرت میں آپ کے اہل بیت میں سے چھوٹے بھائی شاہ محمد یعقوبؒ، تینوں بیٹیاں (اہلیہ شاہ محتشم اللہ پھلتیؒ، اہلیہ مولوی عبدالقیوم بڈھانویؒ اور اہلیہ مولوی سید نصیر الدین دہلویؒ) ساتھ تھیں۔پہلی دونوں صاحبزادیوں کے شوہر اور بچے بھی تھے۔تیسری صاحبزادی کچھ عرصہ قبل بیوہ ہوئی تھیں، ان کے دو بچے (عبداللہ اور عبدالحکیم) بھی ساتھ تھے۔ان کے علاوہ بھی آپ کے ساتھ بہت سے حضرات تھے جنہیں مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے ایک "بہت بڑا قافلہ" لکھا ہے۔شاہ صاحبؒ اپنے خاندانی کتب خانہ کی خاص اور نادر و نایاب کتابیں جو وزن میں نو من تھیں، ساتھ لے گئے۔اس کے علاوہ باقی رہ جانے والی کتب بھی بہت زیادہ تعداد میں تھیں جو آپ کی اجازت سے نواب قطب الدین خاںؒ اور قاری عبدالرحمانؒ نے ہراج کر دی تھیں۔(77)

حوالہ جات

سرسید احمد خان، آثار الصنادید، ص 266، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1966

1 برکاتی، محمود احمد، حیاتِ شاہ محمد اسحاقؒ، ص 37، شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی، 1992ء

2 فضل حسین بہاری، الحیات بعد الممات، ص 108، مکتبہ شعیب، حدیث منزل، کراچی

غلام رسول مہر، مولانا، سید احمد شہید، ص 119، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور،

ابراہیم 14/39

3 برکاتی، محمود احمد ، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ص 167 مجلس اشاعت اسلام، لاہور، طبع دوم

4 عبیداللہ سندھی، مولانا، شاہ ولی اور ان کی سیاسی تحریک ص 102، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، 1965ء

مرزا محمد بیگ دہلوی، مقدمہ فتاوٰی عزیزی، ص 12، مطبع مجتبائی دہلی، 1341ء

5 ثریا ڈار، ڈاکٹر، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص 161، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1991ء

حیات شاہ محمد اسحاقؒ، ص 46

6 عبدالحیٔ حسنی، سید: نزہۃ الخواطر، الجزء السابع، ص 51، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن، 1979ء

7 عبدالحیٔ حسنی، سید، نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 418، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، 2006ء

مولوی ظہیر الدین، کمالات عزیزی، ص 50، اسلامی اکادمی، لاہور

8 شاہ عبدالعزیزؒ، فتاویٰ عزیزی، مرتبہ مرزا محمد بیگ دہلوی ص 110، مطبع مجتبائی دہلی، 1341ء

9 حیاتِ شاہ محمد اسحاقؒ، ص 75

10 عبدالرحیم ضیاء، مقالاتِ طریقت، ص 239، مطبوعہ حیدر آباد دکن

11 آثار الصنادید، ص 275

12 تھانوی، مولانا اشرف علی، شمائم امدادیہ، ص 223، کتب خانہ اشرفیہ، شاہ کوٹ

13 شمائم امدادیہ، ص 223

14 محمد ایوب قادری، پروفیسر، اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص 24، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1988

15 الحیات بعد الممات، ص 46

16 نزہۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ص 117-118

رحمان علی، مولانا، تذکرہ علمائے ہند، مترجم، پروفیسر ایوب قادری، ص 409، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1961

17 محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص 54، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی

18 امام خاں نوشہروی، ابویحیٰی، تراجم علمائے حدیث ہند، ج 1، ص 20، ریاض برادرز، لاہور، 1992ء

19 تذکرہ علمائے ہند، مترجم: محمد ایوب قادری، ص 310

نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7 ، ص 437

آثار الصنادید، ص 216

فقیر محمد جہلمی، مولانا، حدائق الحنفیہ، ص 507، حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

محمد اسحاق بھٹی، مولانا، فقہائے پاک و ہند (تیرھویں صدی ہجری)، ج 2، ص 122، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1984ء

مناظر احسن گیلانی، مولانا، سوانح قاسمی، ج 2، ص 325، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور

20 حدائق الحنفیہ، ص 510

21 نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 106

سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، ج 1، ص 87-84، دار المصنفین اعظم گڑھ، 1943

شیر کوٹی، محمد انوار الحسن، مولانا، سیرت یعقوب و مملوک، ص 36,37، دار العلوم کراچی، 1974

سوانح قاسمی، ج 2، ص 325

فقہائے پاک و ہند (تیرہویں صدی ہجری) ج 1، ص 84-77

حدائق الحنفیہ، ص 505

22 نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 387

تذکرہ علمائے ہند ص 392

آثار الصنادید ص 276

23 نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 507-505

اختر راہی، پروفیسر، تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص 184-177، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1978

فقہائے پاک و ہند (تیرہویں صدی ہجری)، ج 2، ص 247-243

24 احیات بعد الممات، ص 37

نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 598

فقہائے پاک و ہند (تیرہویں صدی ہجری) ج 3، ص 164-163

25 آثار الصنادید، ص 289

بجنوری، مفتی عزیز الرحمٰن، تذکرہ مشائخ دیوبند، ص 163، محمد سعید اینڈ سنز، 1974ء

مراد آبادی، منصور العلی خاں، مذہب منصور، ج 2، ص 180، مطبع نشاۃ ثانیہ، حیدر آباد دکن

احسن نانوتوی، مولانا، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار، ص 10، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1398ھ

محمد احسن نانوتوی، ص 154-153

نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 574

26 حدائق الحنفیہ، ص 495

27 مناظر احسن گیلانی، سید، مولانا، برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، جلد 2، ص 45، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر، تاریخی مساجد لاہور، ص 34، کتاب خانہ نورس، لاہور، 1947

انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، تذکار بگویہ، ج 1، ص 82-69، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ، 2007

28 نزہۃ الخواطر، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 111-110

حدائق الحنفیہ، ص 504

مناظر احسن گیلانی، سید، مولانا، برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، جلد 2، ص 17

تذکار بگویہ، ج 1، ص 123-84

تراجم علمائے حدیث ہند، ص 118-117،

29 محمد اسمٰعیل پانی پتی، مولانا، مقالات سرسید، ج 7، ص 207، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1962

30 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 120-113

31 آثار الصنادید، ص 275

محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ص 111-77، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1982

حیات شبلی، ج 1، ص 121

تراجم علمائے حدیث ہند، ص 159-133

32 الحیات بعد الممات، ص 40،

33 نزھۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 628-623

تراجم علمائے حدیث ہند، ص 159-133

آثار الصنادید، ص 278

34 مقالات سرسید، ص 321

35 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 143،

36 اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص 284

37 نواب قطب الدین، مولانا، دیباچہ مظاہر حق جدید، ص 28، دارالاشاعت، کراچی

38 نزھۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 112،

39 شاہ محمد اسحاق، مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 6، الرحیم اکیڈمی، کراچی۔

40 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 8

41 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 8

42 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 20

43 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 18

44 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 85

45 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 87

46 سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم، طبرانی، المعجم الکبیر، ج 22، ص 74، دارالنشر، مکتبہ الزھراء، الموصل، 1983

47 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 102

48 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 90

49 شاہ محمد اسحاق، مسائل اربعین، مترجم: ڈاکٹر ایوب قادری، ص 79، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1988ء۔

50 مسائل اربعین، مترجم: ڈاکٹر ایوب قادری، ص 75

51 مسائل اربعین، مترجم: ڈاکٹر ایوب قادری، ص 83،

52 مسائل اربعین، مترجم: ڈاکٹر ایوب قادری، ص 65

53 مسائل اربعین، مترجم: ڈاکٹر ایوب قادری، ص 68

حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، ص 143

54 محمد خواص خان، روئیداد مجاہدین ہند، ص 375، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور، 1983ء

55 مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص 45، مکتبہ نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن، طبع سوم

56 ابوالحسن علی ندوی، سید، سیرت سید احمد شہید، ج 1، ص 321، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی

57 روئیداد مجاہدین ہند، ص 375

58 غلام رسول مہر، مولانا، سید احمد شہید، ج 1، ص 245، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

59 شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص 9

روئیداد مجاہدین ہند، ص 588

60 روئیداد مجاہدین ہند، ص 589

61 غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، ص 190، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

62 جماعت مجاہدین، ص 92

63 جماعت مجاہدین، ص 95

64 سید احمد شہید، مکاتیب سید احمد، ص 149، مکتبہ رشیدیہ لاہور، 1975

65 سرگزشت مجاہدین، ص 136

66 جماعت مجاہدین، ص 91

67 مکاتیب سید احمد شہید، ص 144،

68 مقالات سرسید، ج 9، ص 142-143

69 سرگزشت مجاہدین، ص 138،

70 سرگزشت مجاہدین، ص 151,175

71 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، ص 90-91،

72 سرگزشت مجاہدین، ص 190

73 شاہ جہان پوری، ڈاکٹر ابو سلمان، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ دارالحرب تاریخی و سیاسی اہمیت، ص 11 مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان، کراچی، 1995ء

74 آثار الصنادید، ص 275

75 ایضا

76 مقدمہ فتاویٰ عزیزی، ص 12،

77 حبیب الرحمن شروانی، مولانا، مقالات شروانی، ص 280، علی گڑھ، 1946

باب سوم

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کا فقہی رجحان

فصل اول

اکابرین شاہ محمد اسحاقؒ کے فقہی رجحانات

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی برصغیر کی وہ جامع شخصیت ہیں جن سے برصغیر کے ہر مکتبہ فکر کے لوگ اپنا رشتہ شاگردی جوڑنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔آپ خاندان ولی اللّٰہی کے وہ چشم و چراغ تھے جن کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں صدیوں سے جاری فیض کا سلسلہ بند ہو گیا۔ آپ کے شاگردوں میں مختلف الخیال لوگ شامل تھے جو آگے چل کر فقہی اعتبار سے دو مستقل مکتبہ ہائے فکر کی صورت اختیار کر گئے جن میں سے ایک نے فقہی اعتبار سے تقلید کا راستہ اختیار کیا اور دوسرے نے عدم تقلید کا۔ان ہر دو طبقات کا دعویٰ ہے کہ وہ شاہ محمد اسحاقؒ کے حقیقی وارث اور ان کے ہی فقہی مسلک پر عمل پیرا ہیں۔شاہ ولی اللہ اور انکا خاندان برصغیر کے علماء اور عوام کے لئے مرکز اور علمی اعتبار سے بنیادوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس لئے شاہ محمد اسحاقؒ کو ہر مکتبہ فکر اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش کر کے اپنے آپ کو ولی اللّٰہی فکر کا حقیقی وارث بنوانا چاہتا ہے۔تاکہ علم کی بنیادوں سے اپنے رشتہ استوار کر سکے۔شاہ محمد اسحاقؒ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد آپ کی ہی مسند پر متمکن ہوئے اور آپ کے علمی و فکری وارث ثابت ہوئے۔اس لئے شاہ محمد اسحاقؒ کا فقہی مسلک جاننے کے لئے آپ کے نانا و استاذ شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے والد گرامی شاہ ولی اللہؒ کے فقہی رجحان کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا تاکہ شاہ محمد اسحاقؒ کے فقہی رجحان کو سمجھنے کے لئے بالواسطہ مدد مل سکے۔فقہی رجحانات کی بحث سے پہلے فقہ کی مختصر وضاحت ضروری ہے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

العلم بالاحکام الشرعیة عن ادالتها التفصیلیة (1)

فقہ سے مراد کسی چیز کا گہرا فہم ہے۔اصطلاح میں اس سے مراد احکام شریعت کی گہری سوجھ بوجھ ہے۔اسی طرح اصول فقہ سے مراد وہ قواعد و ضوابط ہیں جن سے شرعی احکام کو سمجھنے اور قرآن و سنت اور ان سے مستنبط دوسرے مآخذ (اجماع، قیاس وغیرہ) سے ان احکام کو اخذ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ کا فقہی رجحان

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فقہی مسلک آج تک علماء کے درمیان متنازعہ چلا آ رہا ہے۔اور برصغیر میں پائے جانے والے دو گروہوں کے درمیان اس موضوع پر کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے۔اس صورت حال کا بنیادی سبب یہ ہے کہ برصغیر میں ان دو گروہوں کے علاوہ دوسرے فقہی مسالک رواج نہ پا سکے۔اور جو کوئی کسی مسلک سے وابستہ ہوا اس نے اعتدال کا راستہ چھوڑ دیا اور اپنے موقف میں اتنی شدت پیدا کر لی کہ دوسرے مسلک کے پیروکار کو گمراہ اور کافر قرار دے دیا، الا ماشاء اللہ۔علماء اور عوام کی اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار رہی۔اسی وجہ سے حنفیت کو اسلام کے مترادف قرار دیا گیا۔حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب بعض حنفی علماء یہ کہتے تھے

مارا از حدیث چہ کار — قول ابوحنیفہ بیار (2)

(ہمیں حدیث سے کیا واسطہ ابوحنیفہؒ کا قول پیش کریں)

ان حالات میں شاہ ولی اللہؒ نے انتہا پسندی اور تنگ نظری سے ہٹ کر میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کی۔اور اپنے مؤقف کو اپنی مختلف کتب کے ذریعے اہل علم تک پہنچایا۔''فیوض الحرمین اور التفہیمات الٰہیہ'' میں آپ نے اپنے مکاشفات اور قلبی واردات کو الفاظ میں ڈھال کر اپنا نقطہ نظر واضح کیا اس کے علاوہ آپ نے اجتہاد و تقلید کے حوالے سے اپنی آراء کو بطور خاص ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' اور ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' میں بیان کیا ہے۔''حجۃ اللہ البالغہ'' ''ازالۃ الخفاء'' اور ''الفوز الکبیر'' کے مقدمے میں بھی آپ نے اس موضوع کے حوالے سے ضمناً اپنے رجحانات کا ذکر کیا ہے۔آپ کا حقیقی مدعا یہ ہے کہ مذاہب کے درمیان فساد و افتراق کا عنصر کم سے کم ہو آپ کی اس رائے کے قائم ہونے میں آپ کے مکاشفات کا بڑا دخل ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کی بعض کتب کی عبارات سے آپ کے فقہی مسلک کی بابت رائے قائم کرنے میں کافی مشکل پیش آتی ہے۔بعض

مقامات سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شافعی اور حنفی دونوں مسالک کے پیروکار تھے۔اور بعض اوقات جب آپ حنفیت کی ترجیح قائم کرتے ہیں۔تو ایسا لگتا ہے کہ آپ پکے حنفی تھے۔اور حقیقت ہے کہ آپ مجتہد کے درجے پر فائز ہونے کے باوجود بھی فقہ حنفی کے اصولوں کو مانتے اور اپنے آپ کو حنفی گردانتے۔ذیل میں درج مختلف حوالہ جات سے آپ کی رائے جاننے میں مزید معاونت مل سکتی ہے۔آپ نے حدیث کے ایک اجازت نامے* کے آخر میں مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں۔

"کتبه بیده الفقیر الی رحمة الله الکریم الودود، ولی الله احمد بن عبدالرحیم بن وجیه الدین بن معظم.....العمری نسباً،الدهلوی سکونةً، الاشعری عقیدةً، الصوفی طریقةً، الحنفی عملاً،وحنفی والشافعی درساً"

"یہ تحریر اللہ کریم کی رحمت کے محتاج ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین بن معظم۔۔۔۔۔۔نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہے۔جو نسباً عمری ہیں۔وطناً دہلوی،عقیدۃً اشعری اور طریقت کے اعتبار سے صوفی ہیں۔عملاً حنفی ہیں اور تدریساً شافعی و حنفی ہیں۔"(3)

شاہ ولی اللہؒ نے ایک موقع پر اپنے ایک مکاشفے کا ذکر کیا ہے جسکی رو سے آپ کو فقہ حنفی کے اقوال و مسائل اور حدیث کے درمیان تطبیق کی صورت کا پتہ چلا۔فرماتے ہیں:

"عرضنی رسول الله ان فی المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت و نقحت فی زمان البخاری و اصحابه"

حضور ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا بہترین طریقہ و پہلو ہے کہ جو تمام طرف میں سب سے زیادہ ان احادیث کے موافق ہے جن کی تدوین و تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے عہد میں ہوئی۔(4)

ایک اور مکاشفے میں اس طریقے کی وضاحت بھی فرمائی ہے:

"سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اقوال میں سے جس کا قول حدیث سے زیادہ مطابقت رکھتا ہو اسے اختیار کر لیا جائے۔اس کے بعد فقہائے احناف میں سے ان کی بات پر عمل کیا جائے جو محدثین کے زمرے میں آتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ علمائے ثلاثہ نے ان پر خاموشی اختیار کی ہے۔اور ان کی نفی نہیں کی کہ اور حدیث میں ان کا جواز فراہم ہوتا ہے اور ان کو مانے بغیر چارہ نہیں اور اس پر عمل اصل میں حنفی مذہب ہی پر عمل کے مترادف ہے۔"(5)

شاہ ولی اللہؒ نے اپنے زمانے کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بھی تقلید کو لازم قرار دیا اور آئمہ اربعہ کی پیروی کو عظیم مصلحت قرار دیا۔فرماتے ہیں:

"اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مسائل پر لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے جن کی سمجھ بوجھ صحراؤں میں بہک گئی، قدم لڑکھڑا گئے اور ان کی قلموں نے مسائل میں کج روی اختیار کی، ان مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ تمام امت یا

---

*شاہ ولی اللہ کے یہ الفاظ بخاری شریف کے ایک قلمی نسخے میں موجود ہیں جو ان کے شاگرد شیخ محمد بن شیخ پیر محمد ابوالفتح بلگرامی نے شاہ ولی اللہؒ کے رہنمائی میں مکمل کیا اور اس پر شاہ رفیع الدینؒ کی تصدیق بھی ہے کہ یہ تحریر شاہ ولی اللہؒ کی ہی ہے۔مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ نسخہ انہوں نے پٹنہ کے کتب خانے میں خود دیکھا ہے۔

امت کا قابل اعتبار طبقہ اس بات پر متفق ہے کہ اس زمانے میں مذاہب اربعہ جو کہ مدون ہو چکے اور تحریر میں آچکے ہیں کی تقلید جائز اور درست ہے۔ اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو کہ مخفی نہیں۔ خصوصاً اس دور میں جب کہ لوگ نہایت پست ہمت ہو گئے اور ان کے دل خواہشات نفسانی سے لبریز ہیں اور ہر شخص اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے۔''(6)

مندرجہ بالا موقف کے علاوہ ایک اور جگہ مزید وضاحت کے ساتھ یہ نظر آتا ہے کہ آپ عام آدمی کے حوالے سے تقلید کو صرف ایک امام کی حد تک طے کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی ان پڑھ آدمی ہندوستان، ماوراء النہر جیسے ملکوں میں ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی، حنبلی نہ تو عالم ہو نہ ان کے مذہب کی کتاب تو اس پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید لازم ہے اور اس کا ترک حرام ہے''۔(7)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو مکاشفات کے ذریعے جو ھدایت کی گئی تھی کہ وہ آئمہ اربعہ کی تقلید سے باہر نہ ہوں اور اپنے علاقے والوں کے طریقہ کی مخالفت نہ کریں۔ آپؒ نے ان دونوں باتوں پر عمل کیا اور تقلید سے باہر نہ نکلے اور اپنے علاقے یعنی برصغیر کے عام رجحان کی طرح فقہ حنفی کو اختیار کیا اور آپ کے بعد آپ کے بیٹوں نے بھی اسی مسلک کو اپنایا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فقہی رجحان

شاہ عبدالعزیزؒ اپنے والد بزرگوار شاہ ولی اللہؒ کے حقیقی پیروکار ثابت ہوئے اور اپنے دور میں پائے جانیوالے شرک و بدعات کے فتنوں کا بڑی سرگرمی سے رد کیا۔ اور امت کی مشکلات کا فقہ حنفی کی روشنی میں بہترین حل پیش کیا۔ جس کا واضح ثبوت آپ کی تمام کتابیں اور خصوصاً آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ عزیزی'' ہے جس میں دین کے تمام شعبہ جات مثلاً عبادات، خرید و فروخت، نکاح، طلاق، عدت، نسب، وصیت، وراثت، قتل، قصاص، تعزیرات، عدالتی مسائل، حکومت و بین الاقوامی معاملات اور بے شمار متفرق مسائل پر فتوے موجود ہیں۔ فتاویٰ کے علاوہ آپ کی تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی) میں بھی ایسے بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں جن کا حل آپ نے فقہ حنفی کے مطابق پیش کیا ہے۔ آپ نے فقہ حنفی کے اصولوں پر ایک جامع تحریر ''رسالہ اصول مذہب حنفی'' کے نام سے لکھی جو فتاویٰ عزیزی میں بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ''رسالہ کیفیت اختلاف مذاہب اربعہ'' اور ''ماسحب حفظ الناظر''(8) میں بھی اپنے مسلک کی بابت اظہار خیال کیا ہے۔

آپ کے فتاویٰ سے ایک حوالہ پیش خدمت ہے جس میں آپ نے خود اپنے مسلک کی وضاحت کی ہے۔

''اما مذاهب مختلفه اهل السنة والجماعة مثل اشعریه وماتریدیه در عقائد و مثل حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی در فقهیات و مثل قادری، چشتی، نقشبندی، سهروردی در سلوک این همه را فقیر برحق میداند''

اہل سنت والجماعت عقائد میں اشعری اور ماتریدی، فقہیات میں حنفی شافعی مالکی اور حنبلی، سلوک و تصوف میں قادری چشتی نقشبندی اور سہروردی فقیر ان سب کو برحق جانتا ہے۔(9)

حکیم محمود احمد برکاتی نے آپ کے متعلق یہ صراحت سے لکھا ہے کہ آپ فقہ میں یک سو اور اول و آخر حنفی تھے۔(10) علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجنوری نے بھی واضح طور پر آپ کو حنفی علماء میں شمار کیا ہے۔(11) اس کے علاوہ مولانا فقیر محمد جہلمیؒ نے بھی آپ کو

تیرھویں صدی ہجری کے حنفی علماء میں شمار کیا ہے۔(12)

سید احمد شہیدؒ کا فقہی رجحان

سید احمد شہیدؒ کا سب سے بڑا تعارف آپ کی برپا کی ہوئی تحریک جہاد ہے جو حقیقت میں غلبہ اسلام اور شاہ ولی اللہؒ کی تحریک کا ہی تسلسل تھی۔ آپ برصغیر کے مشہور و معروف سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کو شاہ عبدالعزیزؒ کے خاص تربیت یافتہ اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو تیرھویں صدی کا مجدد بھی لکھا ہے۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے جس تندہی اور جانفشانی سے آپکی تحریک جہاد کا ساتھ دیا اور مجاہدین کے دہلی مرکز کی سرپرستی کی۔ انکا ذکر ''سیاسی خدمات'' کے ذیل میں آچکا ہے۔ اور اسی سے آپؒ کے سید صاحبؒ سے نظریاتی رشتے کی مضبوطی اور خاص تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ (جو کہ رشتے میں شاہ محمد اسحاقؒ کے ماموں تھے) اور شاہ عبدالعزیزؒ کے داماد مولانا عبدالحئیؒ بڑھانویؒ (جو رشتے میں شاہ محمد اسحاقؒ کے سگے خالو تھے) نے سید احمد کی بیعت کی جو سید صاحب کی بزرگی اور قد آور شخصیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیزؒ کے بے شمار شاگردوں نے سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ آپ کا مسلک و مشرب بھی اپنے شیخ شاہ عبدالعزیزؒ والا ہی تھا۔ آپ طریقت کے اعتبار سے نقشبندی تھے اور فقہی مسلک کے اعتبار سے بھی حنفی تھے۔ ذیل میں درج ایک خط سے اس بات کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔ فارسی کا یہ مکتوب دس علمائے پشاور کے نام ہے جنہوں نے آپ اور آپ کے رفقاء پر مخالف الزامات لگائے اور آپ نے ان کا جواب بہت ہی مدلل انداز میں دیا اور اپنا فقہی مسلک خود واضح کیا۔ خط کے متعلقہ حصے کا خلاصہ اردو ترجمے میں پیش خدمت ہے:

> بعد سلام و دعائے ترقی مدارج معلوم ہو کہ ان دنوں ایسا سنا گیا ہے کہ بعض بے انصاف جھگڑالو اور مخالف دشمنوں نے ہم ضعیف مجاہدین اور فقیر مہاجرین کی نسبت کچھ فتنہ انگیز وسوسے اور عناد آمیز شبہے پیدا کر دیے ہیں اور آیت پاک ﴿لعنة الله على الكاذبين﴾ (13) ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت'' اور آیت پاک ﴿الا لعنة الله على الظلمين الذين يصدون عن سبيل الله و يبغو نها عوجا﴾ (14) ''سو پھٹکار ہے اللہ کی ناانصاف لوگوں پر جو کہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہیں اس میں کجی کو کبھی پڑھا نہیں ہے حدیث شریف اتقوا من مواضع التهم (15) (کہ تہمت کی جگہوں سے بھی بچو) کے حکم کے بموجب ان کی تہمت کو اس خیال سے دور کرنا لازم سمجھتے ہیں کہ شاید مخلص حق پرستوں میں سے کوئی مجاہدین کی شرکت کا عزم رکھتا ہو اور اس نے ان کی تہمت و افترا پردازی کی وجہ سے منہ موڑ لیا ہو ممکن ہے حقیقت حال واضح ہو جانے اور عقدۂ اشکال حل ہو جانے سے وہ پھر راہ راست کی طرف لوٹ آئے یہ افترا پردازیوں بیان کرتے ہیں کہ مسافرین کی یہ جماعت کوئی مذہب نہیں رکھتی اور نہ کسی مسلک کی پابند ہے کہ بلکہ محض نفسانیت کی پیرو اور لذات جسمانی کی جویا ہے خواہ کتاب اللہ کے موافق ہو خواہ مخالف' اس سے خدا کی پناہ! پس جاننا چاہیے کہ ایسی بات کی ہم لوگوں کی طرف نسبت بہت بڑا افترا اور کھلا ہوا جھوٹ ہے یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گمنام نہیں۔ ہزارہا انسان خواص ہوں یا عوام اس فقیر کو اور اس کے بزرگوں کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا آبائی مذہب حنفی ہے اور اس زمانہ میں بھی اس فقیر کے تمام اقوال اور افعال حنفیہ کے اصول و قوانین اور انہی کے آئین اور قواعد پر منطبق ہیں۔ ایک بھی ان اصول مذکورہ سے خارج نہیں ہے الا ماشاء اللہ جو ان اصحاب سے غفلت اور بھول چوک سے صادر ہو جاتا ہے تو وہ اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں اور اطلاع پانے کے بعد راہ راست

پر آجاتے ہیں۔ہاں ہر مذہب میں محققین کا طریقہ اور ہوتا ہے اور جو محقق نہیں ہوتے ان کا اور ہوتا ہے۔بعض روایتوں کو بعض پر ترجیح دینا،قوت دلیل کو دیکھنا،سلف سے بعض منقول عبارتوں کی توجیہ کرنا کتابوں میں مدون شدہ مختلف مسائل میں تطبیق دینا اور اسی طرح کے اور امور ہیں یہ ہمیشہ اہل تحقیق وتدقیق کا منصب رہا ہے اس وجہ سے ان کو مذہب سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ انہی کو اہل مذہب کا لب لباب سمجھنا چاہیے جس کسی کو اس مقدمہ میں کوئی شبہ ہو اس پر ضروری ہے کہ وہ اس فقیر کے پاس آ کر رودرروا شکال حل کر لے یا خود سمجھ لے یا فقیر کو سمجھا دے۔ (16)

مولانا عبدالحلیم چشتی نے سید شہیدؒ کی کتاب ''حقیقۃ صلوٰۃ'' کے حسب ذیل جملے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سید صاحب کے حنفی ہونے کی بین دلیل ہیں:

''جلسے اور قومے میں سوا ان دو دعاؤں کے اور بھی صحیح حدیثوں میں منقول ہے لیکن حنفی مذہب میں ایسا ثابت ہوا ہے کہ وہ دعائیں اگر نفل نماز کے قومے اور جلسے میں پڑھے تو سنت ہے اس لئے کہ فرض نماز میں ان دعاؤں کا پڑھنا سنت نہیں ہے''۔ (17)

ہندوستان میں جب سید صاحبؒ کا قیام اپنے وطن بریلی میں تھا اسی زمانہ میں موصوف کے مشہور خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوریؒ نے سید صاحبؒ سے تقلید ائمہ کے بارے میں سوال کیا تھا۔فرماتے ہیں:

''بریلی میں اپنے مرشد حضرت سید احمد ادام اللہ برکاتہ سے پوچھا کہ کس پر عمل کریں۔آپ نے فرمایا کہ فقہ کی متون پر مثل حدیث متواتر کے آنکھ موندے عمل کیا کرنا اور فتاویٰ کو تحقیق کر لینا کیونکہ اس میں نرم گرم سب طرح کی روایتیں لاتے ہیں اور یہی بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ وغیرہ علمائے دین کی تصانیف سے ظاہر ہے۔'' (18)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سید احمد شہیدؒ اپنے شیخ واستاذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی طرح تقلید پر کاربند اور حنفی المسلک تھے۔

فصل دوم

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کا فقہی مسلک

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ نے اپنے نانا کے عقائد ونظریات اپنائے۔ آپؒ کے نظریات آپ کی تحریروں سے بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔ آپؒ نے ائمہ اربعہ کے احترام کو برقرار رکھتے ہوئے فقہ حنفی کو اپنایا اور اسی کا پرچار کیا۔ آپ کے شاگردوں کی اکثریت تقلید پر کاربند اور فقہ حنفی کی پیروکار رہی۔ آپ کے دو شاگردوں نواب قطب الدین خانؒ اور قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ نے خاص طور سے اس موضوع پر مستقل تصانیف قلم بند کیں۔ جبکہ آپ کے شاگرد سید نذیر حسین محدث دہلویؒ ہندوستان میں اہل حدیث مکتب فکر کے امام ثابت ہوئے۔ مولانا سید نذیر حسینؒ کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے استاذ شاہ محمد اسحاقؒ بھی عدم تقلید کے حامی تھے۔ آپ کے فقہی مسلک کو واضح کرتے ہوئے آپ کے شاگرد خاص نواب قطب الدین خانؒ لکھتے ہیں:

''میں نے بچشم خود دیکھا تھا کہ مولنا ومرشدنا واستاذنا وخاتم المحدثین شاہ محمد اسحاق صاحبؒ امام اعظمؒ کے طعن کرنے والوں پر خفا ہوتے تھے کہ آپ کا رنگ سرخ ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ بدون تقلید مذہب ایک امام کے کوئی بنتی ہی نہیں اور آپ حنفی المذہب تھے''۔ (19)

حنفی فقہ کی ترجیح کی یہ صورت تدریس حدیث کے دوران بھی جاری رہتی نواب قطب الدینؒ آپ کی مجلس درس کا حال اس طرح نقل کرتے ہیں:

''ہم نے دیکھا جناب مولنا محمد اسحٰق صاحب علیہ الرحمۃ کو وقت پڑھانے حدیث کے، جہاں تعارض حدیث اور روایت فقہی میں ہوتا اس وقت حدیث متمسکہ، حنفیہ کی بیان فرما کر دفع تعارض کر دیا کہ پڑھنے والے کو تسکین ہوگئی اور سوء ظنی بہ نسبت مذہب کے نہ ہونے پائی بلکہ حقیقت مذہب اپنے دل میں خوب جم گئی''۔ (20)

اس ضمن میں شاہ محمد اسحاق کا ۱۲۵۸ھ کا فتویٰ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس پر آپ کے علاوہ دہلی کے چھبیس علماء نے اپنے دستخط بھی کئے۔ اس فتوے میں آپ نے امام معین کی تقلید کو واجب قرار دیا اور اس کے منکر کو گمراہ تحریر کیا۔ ذیل میں آپ کا فتویٰ فارسی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

در کتاب اشباہ می نویسد اذا سئلنا عن مذھبنا و مذھب مخالفینا فی الفروع یجب علینا ان نجیب بان مذھبنا صواب یحتمل الخطا و مذھب مخالفینا خطا یحتمل الصواب انتہی وقتی کہ کسی مذہب حنفی اختیار کرد لازمست کہ ترجیح خواھد داد و چون ترجیح مذہب خود امر جوح خواھد دانست و مذہب اربعہ را مر جوح نباید دانست اتباع ایشاں اتباع کتاب و سنت باید دانست و کسی کہ امتیاز ندارد درمیان احادیث کہ صحیح است یا غیر صحیح پس بر و لازمست کہ اتباع علماء نماید و کسی حقیقت مذہب اربعہ ندا ند و انکار اتباع ایشاں کند آں ضال ست واللہ اعلم۔

مہر محمد اسحاق

ترجمہ:

کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ جب ہم سے ہمارے مذہب اور ہمارے مخالفوں کے فروع (جزئیات) کے بارے میں پوچھا جائے تو ہمارا جواب یہ ہونا چاہیے کہ ہمارا مذہب صواب ہے (بے خطا) اور اس میں خطا (صحیح نہ

ہونے) کا احتمال ہے اور مخالفین کا مذہب خطا (صحیح نہیں) ہے اور اس میں صواب (صحیح ہونے) کا احتمال ہے۔ جب کسی نے مذہب حنفی اختیار کر لیا تو یقیناً وہ ترجیح دے گا اور جب اس نے اپنے مذہب کو ترجیح دی تو غیر مذہب کو مرجوح سمجھے گا مگر چاروں (فقہی) مذاہب کو مرجوح نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ان (میں سے کسی ایک) کی پیروی کو کتاب وسنت کی پیروی جاننا چاہیے اور جو شخص صحیح اور غیر صحیح احادیث میں امتیاز نہیں کر سکتا اس پر لازم ہے کہ علماء (حق) کی پیروی کرے اور جو کوئی مذاہب اربعہ کو حق نہ سمجھے اور ان کی پیروی کا انکار کرے وہ ضال ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔ (21)

مہر (محمد اسحاق)

احناف کے موقف کی ترجیح

شاہ محمد اسحاقؒ نے اپنی کتب میں بہت تواتر کیساتھ علمائے احناف کی کتب کے حوالے درج کیے ہیں جس سے ایک تو آپکے فقہ میں گہرے رسوخ اور دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے فقہ حنفی سے وابستگی ظاہر ہوتی ہے۔ مأتہ مسائل اور مسائل اربعین میں سے مختلف حوالے پیش خدمت ہیں۔ جب آپؒ سے شریعت کے دلائل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے فقہ حنفی کے اصول (ادلۂ اربعہ) بصراحت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اصول فقہ میں شریعت کے دلائل چار لکھے ہیں۔ قرآن شریف، حدیث، اجماع اور قیاس اور توضیح، منار، حسامی، شاشی، مسلم الثبوت، بزدوی* وغیرہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس طرح مسطور ہے۔ لیکن قیاس حجت ہے جس میں وہ شرطیں پائی جائیں جو اصول فقہ میں مذکور ہیں اور استحسان اور استصحاب وغیرہ قیاس میں داخل ہیں۔ اور اللہ ہی خوب جانتے ہیں''۔ (22)

ان اصولوں کا ذکر آپ نے مختلف جگہوں (23) پر اسی ترتیب سے کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' پس ایسی چیز کا لازم سمجھ لینا کہ اس کا لازم ہونا دلائل اربعہ سے جو کتاب اللہ (قرآن) سنت نبویؐ، اجماع (امت) اور قیاس ہیں، ثابت نہ ہووے۔ جائز نہیں ہے بلکہ دین میں نئی چیز (بدعت) نکالنا ہے۔'' (24)

آپؒ سے عبادت کا مفہوم پوچھا گیا تو آپؒ نے حنفیوں کی مشہور تفسیر ''مدارک'' کے حوالے سے اسکا جواب دیا (25) آپؒ نے گروہ بنا کر قبروں پر جانے کے متعلق اپنے جواب میں جہاں احادیث کے حوالے ذکر کیے وہیں فقہ حنفی کی مشہور کتب البحر الرائق (شرح کنز الدقائق) (26)،

---

*یہ تمام کتابیں فقہ حنفی کے اصولوں کی ہیں ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔
توضیح: فقہ حنفی کے اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے اور التنقیح کی شرح ہے متن اور شرح دونوں کتابیں شارح وقایہ صدر الشریعہ الاصغر عبیداللہ بن مسعود بن محمود محبوبی حنفی (م ۷۴۷ھ) کی ہیں۔ منار: فقہ حنفی کے اصول فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار کا متن ہے۔ اس کے مصنف صاحب کنز الدقائق حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (م ۷۱۰ھ) ہیں۔ حسامی: فقہ حنفی کے اصول فقہ کی کتاب ہے اس کے مصنف ابوعبداللہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر حنفی (م ۶۴۴ھ) ہیں۔ شاشی: شاشی سے مراد اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی ہے۔ اس کے مصنف نظام الدین شاشی ہیں۔ مسلم الثبوت: یہ اصول فقہ کی کتاب ہے اس کے مصنف قاضی محب اللہ بہاری حنفی ہیں۔ بزدوی: اس سے مراد اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے اصول البزدوی ہے۔ اس کے مصنف علامہ ابوالحسن علی بن محمد بزدوی (م ۴۸۲ھ) ہیں۔

نہرالفائق (27)، فتح القدیر (28)شرح ہدایہ (29) اورفتاویٰ عالمگیری (30)کی عبارات بھی نقل فرمائی ہیں

شاہ محمد اسحاقؒ نے اپنی کتب میں عالمانہ طرز پر مسائل کے جوابات دیے ہیں اور اپنی بات کو ترجیحاً فقہ حنفی کے اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔اور علمائے احناف کی اصول فقہ کی مختلف کتب کا ذکر کیا ہے۔مثلاً:

مولانا ابوالفتح رکن بن حسام کی فتاویٰ حمادیہ (31)، ملا احمد جیون کی تفسیر احمدی (32)، ابن نجیم مصری کی الاشباہ والنظائر (33) الکفایہ شرح ھدایہ (34)، درمختار (35) اور نوادر الفتاویٰ (36)، علامہ طاہر پٹنی کی مجمع البحار (37)، ملا علی قاریؒ کی شرح مشکوٰۃ، مرقات (38)، قواعد الایمان فی علم الکلام، شرح مناسک (39) شرح عین العلم (40) اور معرفتہ الایمان (41) رسالہ الفاظ کفریہ (42) اور شرح فقہ اکبر (43) کے حوالے بھی جابجا ماتہ مسائل میں نقل کیے ہیں۔

اس کے علاوہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی مالابدمنہ (44) علامہ بدرالدین عینی حنفی (م ۸۵۵ ھ) کی عمدۃ القاری شرح بخاری (45) اور البنایہ شرح ہدایہ (46) فخرالدین عثمان بن علی ابومحمد زیلعی کی شرح کنز (47) شیخ ابراھیم بن محمد القاری حنفی کی المستخلص شرح کنز (48) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعتہ اللعمات (49) (شرح مشکوٰۃ) اور مدارج النبوۃ (50) ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی حنفی (م ۹۲۲ھ) کی مواھب الرحمٰن فی مذہب النعمان (51)، البرھان شرح مواھب الرحمٰن (52) شاہ عبدالعزیزؒ کی تفسیر عزیزی (53) حافظ الدین نسفی (م ۷۱۰ ھ) کی مدارک التنزیل (54) اور عقائد نسفی (55) کے حوالوں سے مختلف مسائل کا ذکر کیا ہے۔

شاہ محمد اسحاقؒ کا فقہ حنفی اور حنفی علماء پر اعتماد اس بات کو بخوبی واضح کرتا ہے کہ آپؒ اپنے نانا شاہ عبدالعزیزؒ کی طرح حنفی مسلک پر کاربند تھے۔

فقہ حنفی کی روشنی میں مسائل کا حل

شاہ محمد اسحاق مختلف مسائل کے حل کے لیے بھی علمائے احناف کی رائے کو ترجیح دیتے اسکے باوجود آپ آئمہ اربعہ کا بے حد احترام کرتے اور کسی مسئلہ کی بابت اپنی رائے کا اظہار کرنے سے پہلے اُن کی آراء کا ذکر ضرور فرماتے (56) مثلاً نکاح کے وقت دلہن کے وکیل کی صفت ذکر کرتے ہیں کہ وہ ایسا شخص ہو جو نکاح پڑھانے کی قابلیت خود رکھتا ہو اور ایجاب وقبول کے وہی الفاظ دلہا و دلہن سے کہلوائے جو فقہ کی کتب میں ہیں۔تاکہ چاروں مذاہب (حنفی۔شافعی۔مالکی۔حنبلی) کے مطابق صحیح ہو۔(57) مگر ترجیحاً علماء احناف کا طریقہ ذکر کر کے اپنا وزن بھی اسی پلڑے میں ڈالتے۔(58) فرماتے ہیں: اگر نکاح خواں مذکورہ وکیل کے علاوہ کوئی اور ہو اور اس وکیل کے سامنے ایجاب وقبول کروائے تو حنفی علماء کے نزدیک جائز ہے۔(59)

ایک دفعہ بچے کی پیدائش کے موقع پر اسکے کان میں دی جانے والی اذان پر اجرت لینے کی بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ عبادت پر اجرت کا لینا اور دینا حنفیوں کے اصل قاعدے کے اعتبار سے درست نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ اور شرح وقایہ میں ہے اور عبادت پر اجرت کے حرام ہونے کے لیے دلیل شرعی یہ آیت کریمہ ہے: (60) ان اجری الا علی اللہ (61) میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے

اسی طرح عقیقے کے متعلق بھی فرمایا کہ علمائے حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے۔(62) اور جن معاملات کے بارے میں فقہ حنفی میں اجازت ہے اور دوسرے مذاہب میں ممانعت ہے اس میں بھی حنفیہ کی رائے پر ہی عمل کرتے۔مثلاً فجر کی سنتوں کو (جبکہ نماز ہو چکی ہو) پڑھنے کے متعلق چونکہ مختلف آراء ہیں جس میں احناف کے مطابق اگر دوسری رکعت مل جانے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لینی چاہیں۔اس بارے میں بھی

آپ مذکورہ رائے کے قائل ہیں لیکن آپ کا موقف ہے کہ صف سے دور مسجد کے دروازے کے پاس یہ سنتیں ادا کرنی چاہئیں۔(63) اس طرح احناف کے نزدیک قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچا کرنا ناجائز ہے اور آپ بھی اسی کے حامی ہیں فرماتے ہیں کہ ناجائز کام کا کم مرتبہ گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ کے برابر ہے۔(64)

لڑکیوں کے کان چھیدوانے کو احناف کی معتبر کتب کے حوالے سے درست قرار دیتے ہیں (65) جبکہ لڑکوں کو زیور اور ریشمی کپڑا پہنانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں (66) گانے بجانے کے متعلق فرماتے ہیں کہ راگ اصل مذہب (حنفی) میں حرام اور اس پر اجرت کا لینا اور دینا بھی حرام ہے۔(67)

میت کو ثواب پہنچنے اور نہ پہنچنے کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ ایک رائے معتزلہ کی ہے کہ کسی بھی قسم کے اعمال کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا آپ کے نزدیک یہ مذہب چونکہ اہل سنت والجماعت اور جمہور علماء کے خلاف ہے اس لیے مردود ہے دوسری رائے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور کی ہے کہ اعمال چاہے بدنی ہوں یا مالی اس کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور آپ کی یہی رائے ہے تیسری رائے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی ہے کہ مالی عبادات کا ثواب پہنچتا ہے بدنی اعمال یعنی تلاوت قرآن و نوافل وغیرہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ (68)

احناف کی ترجیح قائم کرنے کے باوجود آپ اعتدال کے حامی تھے اور فرماتے تھے چاروں مذاہب کے درمیان مسائل کی توجیہہ میں اختلاف دراصل اختلاف نہیں بلکہ رویوں اور نفسیات انسانی میں پایا جانے والا تنوع ہے جسکے بغیر ایک صحت مند معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔ آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس اختلاف کی حقیقت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

”مذاہب اربعہ کے مسائل کا اتباع کرنا نہ بدعت حسنہ ہے اور نہ بدعت سیئہ بلکہ مذاہب اربعہ کے مسائل کا اتباع سنت ہے اسلئے کہ مذاہب اربعہ میں جو اختلافات واقع ہیں وہ یا تو خود صحابہؓ میں اختلافات موجود تھے اور صحابہ کے اختلافات کی اتباع کرنے کیلئے یہ حدیث، **اصحابی کا لنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** * (69) یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے، وارد ہوئی ہے اور یا مذاہب اربعہ کے خلاف قیاس و حجت کے اختلاف سے واقع ہوا (اور یہ مسلم ہے) کہ قیاس نص سے ثابت ہے (تو قیاس پر عمل کرنا بعینہ) اتباع نص ہوا۔ نیز مذاہب اربعہ میں اختلاف حدیث کے ظاہر الفاظ اور استنباط حدیث پر بھی ہے۔ بعض ظاہر حدیث کو بھی قابل عمل سمجھتے ہیں اور بعض استنباط حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ایک حدیث آتی ہے کہ آنحضرتؐ نے جس وقت بنی قریظہ کی طرف صحابہ کو روانہ فرمایا تو یہ حکم فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے نہ پڑھے۔ بعض صحابہؓ نے راستے میں اس بناء پر نماز عصر ادا کی کہ آنحضرتؐ کا مقصد اس تاکید سے یہ تھا کہ وہاں پہنچنے میں دیر نہ کریں نہ کہ نماز کو مؤخر کر دینا مقصود تھا اور بعض صحابہؓ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اور نماز راستہ میں نہ پڑھی اور قبیلہ قریظہ میں پہنچ کر نماز عصر ادا کی۔ لیکن جب آنحضرت کو یہ قصہ معلوم ہوا تو اس پر کچھ ناگواری ظاہر نہ فرمائی۔ تو معلوم ہو گیا کہ عمل دونوں طرح جائز ہے۔ مذاہب اربعہ کے اختلافات کی صورت ایسی ہے تو ہرگز بدعت نہ ہوگی۔“ (70)

---

*صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت ابوالحسن رزین بن معویۃ العبدری (م۵۲۰ھ) کی کتاب ”مسند رزین“ کے حوالے سے درج کی ہے۔ یہ کتاب ابھی تک غیر طبع ہے۔

حوالہ جات

محبوبی، عبیداللہ بن مسعود بن محمود، توضیح، ص 14، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی

1 الہ داد، محمد عاصم، اصول فقہ پر ایک نظر، ص ۹، فاران اکیڈمی، لاہور، 2006ء

2 غازی، ڈاکٹر محمود احمد، مقدمہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، مترجم، ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، ص 6، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2000ء

3 الاسعدی، مفتی محمد عبیداللہ، فقہ ولی اللہی، ص 127، مجلس نشریات اسلام کراچی، 2004ء

4 شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، ص 64، دارالاشاعت کراچی

5 فیوض الحرمین، مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، ص 49،

6 شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، ص 248، دارالاشاعت کراچی، 1981ء

7 شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مترجم: ڈاکٹر یوسف گورائیہ، ص 71، علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد، لاہور، 1970ء

8 برکاتی، محمود احمد، حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، ص 43، شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی، 1992ء

9 شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، ج 2، ص 74، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۴۳۱ھ

10 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، ص 43

11 بجنوری، مولانا احمد رضا، مقدمہ انوار الباری، حصہ دوم، ص 203، مکتبہ حنفیہ گوجرانوالہ، 1981ء

12 جہلمی، مولانا فقیر محمد، حدائق الحنفیہ، ص 487، مکتبہ حسن، سہیل لمیٹڈ لاہور، طبع چہارم

13 آل عمران 61/3

14 ھود 18,19/11

15 الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، جز24، ص 206، دار النشر دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000،

16 تھانیسری، مولوی محمد جعفر، تواریخ عجیبہ، ص 305-307، مطبع فاروقی دہلی، 1370ھ

17 چشتی، مولانا عبدالحلیم، سید شہید کا فقہی مسلک، ص 92، الرحیم اکیڈمی، کراچی 1429ھ

18 جونپوری، مولانا کرامت علی، قوۃ الایمان، ص 290، مطبع قادری، کلکتہ

19 قطب الدین خان، نواب، توفیر الحق، ص 3، مطبع خورشید عالم، لاہور

20 قطب الدین خان نواب، تحفۃ العرب والعجم، ص 11، مطبع حسنی، دہلی

21 دہلوی، عنایت علی، تنبیہ الضالین وہدایت الصالحین، ص 15، نعمان اکیڈمی، کی مسجد، گوجرانوالہ، 1990

22 شاہ محمد اسحاق، مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 14، الرحیم اکیڈمی، کراچی

23 شاہ محمد اسحاقؒ، مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 22، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1988،

24 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 35،

25 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 13

26 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 45، 63، 65، 68، 94، 99

27 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 64، 65، 76،

28 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 82،

مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 34، 65

29 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 24، 23

30 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 34، 59، 65، 88، 90

مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 64، 66

31 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 26،71

مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 29

32 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 41

33 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 76

34 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 12،7

35 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 102

مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 95،64

36 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 30

37 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 66،37

38 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 66،69,76

39 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 80

40 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 38

41 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 17

42 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 18,44,52

43 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 41

44 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 96

45 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 67

46 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 45

47 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 45,66

48 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 68

49 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 81,41

50 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 79

51 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 68

مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 87

52 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 77

53 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 7,12

54 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 7,12,75

55 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 76

56 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 86

57 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص54

58 مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیٔ، ص 86

59 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 54

60 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 17

61 ھود 29/11

مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 29
مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 103 62
مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص64 63
مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 26 64
مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 28 65
مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 67 66
مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 45 67
مشکوٰۃ المصابیح، ج 3، ص 1696، رقم 6018 68
مأتہ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 101,102 69
70

باب چہارم

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی فکر کے ہندوستان پر اثرات

فصل اول

معاشرتی اثرات

تہذیبوں کے متعلق جدید تحقیقات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ حاکم اور بالاتر تہذیب محکوم تہذیبوں پر اثر انداز ہونے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے۔ اگر چہ ایسا سو فیصد نہیں ہوتا اور بعض اوقات محکوم تہذیب بھی کسی خاص شعبہ زندگی میں بالاتر تہذیب پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ جب مختلف ثقافتوں کے افراد کسی ایک معاشرے میں رہتے ہیں تو لامحالہ ایک فرد دوسرے کا اثر قبول کرتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد اب تک کا زیادہ عرصہ بحیثیت مجموعی ایسا گزرا ہے جس میں مسلمان قوم حاکم رہی ہے اور ایسا عرصہ بہت تھوڑا ہے جس میں ان کو محکوم کی حیثیت سے ہندوستان میں رہنا پڑا۔ ان دونوں صورتوں میں اسے ہندوؤں اور دیگر چھوٹی اقوام کے ساتھ رہنا پڑا۔ اگر مسلمانوں نے دوسری اقوام پر اثر انداز ہو کر ان کے عقائد، رسم و رواج اور معاملات کے ڈھنگ کو بدلا تو خود بھی ان کی تہذیبوں کا اثر قبول کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو ہندومت سے اسلام کی طرف آئے تھے۔ انہیں اپنی سابقہ روایات چھوڑنے میں کئی نسلیں لگیں۔

عقائد اور بعض معاملات میں اٹل اور بے لچک رویہ جہاں اسلام کی خوبی ہے، وہیں بعض ضمنی اور فروعی معاملات میں لچک اسے معاشرے کے ایک بڑے طبقے کے لئے قابل قبول اور قابل عمل بناتی ہے۔ جب فروعات بنیادوں سے ٹکرانے لگیں اور عقائد پر حرف آنے لگے تو اس حد کو جانچنا اور عوام الناس کی رہنمائی کرنا، علماء کا کام ہے۔ اگر وقت کے علماء معاشرے میں پائی جانے والی غلط اور باطل رسومات کی بیخ کنی نہ کریں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کو پہلے تو معاشرتی زندگی کا لازمی جزو تصور کر لیا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے جب ان رسوم کو مذہب کے نام پر کھلم کھلا انجام دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خاندانِ ولی اللّٰہی نے اس محاذ پر ہندوستان میں جو جہاد کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ خود شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تعلیمات کا ایک خاصہ حصہ ہندوستانی مسلمانوں کے عقائد و معاملات کو درست کرنے کے لئے استعمال کیا۔ آپ کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ نے اس کام کو آگے بڑھایا اور آخری دم تک اس جہاد میں لگے رہے اور ان کے بعد شاہ محمد اسحاقؒ نے اپنے بزرگوں کے اس سلسلہ جہاد کو رکنے نہ دیا اور اپنی تمام عمر دین کا فہم عام کرنے میں لگا دی۔

شاہ محمد اسحاقؒ نے ولی اللّٰہی مسند پر بیٹھ کر اپنی تمام عمر احیاء و تبلیغِ دین میں لگا دی۔ آپ بالواسطہ اور بلاواسطہ ہندوستان کی معاشرتی و مذہبی فکر پر اثر انداز ہوئے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کے عقائد اور معاملات کو درست کرنے کے لیے سخت جدوجہد کی۔ آپ کی علمی جلالت میں مدرسہ رحیمیہ کی وجہ سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے، جسطرح دہلی تمام ہندوستان میں انتظامی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی طرح مدرسہ رحیمیہ تمام ہندوستان کی مذہبی پیشوائی کا فریضہ سرانجام دیتا تھا۔ یہاں سے ہونے والی ہر بات اور فتویٰ حجت کی حیثیت اختیار کر جاتا تھا۔ دور دراز سے عام لوگ بھی مختلف مسائل میں دین کی حقیقی رہنمائی کے لئے آتے اور طلباء بھی اپنی علمی و فکری پیاس بجھانے کے لئے ادھر کا رخ کرتے اور بعد ازاں اپنے علاقوں میں جا کر بالواسطہ طور پر ولی اللّٰہی فکر کی ترویج کا سبب بنتے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ محمد اسحاقؒ کے شاگرد جو نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب سے بھی تعلق رکھتے تھے، پوری دنیا میں پھیلے اور آپ کی فکر کو آگے بڑھایا۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد بلند مراتب کو پہنچے اور اپنی خدمات کی بدولت عوام میں اثر و نفوذ حاصل کیا۔ انہوں نے جو مثبت تبدیلیاں معاشرے میں برپا کیں، ان میں بلاشبہ شاہ محمد اسحاقؒ کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے جو کوششیں کیں وہ براہ راست آپ کی مذہبی و معاشرتی فکر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں عوام میں دین سے جو تھوڑی بہت شناسائی اور لگن نظر آتی ہے اس میں شاہ محمد اسحاقؒ اور آپ کے تلامذہ کی اُن کوششوں کو ضرور دخل حاصل ہے جو اُنہوں نے کیں اور آنے والے ہر دور کے علماء نے اس سلسلے کو رکنے نہیں دیا۔ آپ کی فکر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

بدعاتِ مزارات کا رد اور اثرات

ہندوستانی مسلمانوں میں اولیاء کرام سے عقیدت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور کیوں نہ ہو کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں اولیاء کرام کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ مگر یہ عقیدت جب اندھی ہو جائے تو ایمان کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کا بڑا طبقہ مزارات پر جا کر مجوزہ رسومِ باطلہ کو بجا لانا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتا تھا۔ شاہ محمد اسحاقؒ خود ایک صوفی تھے اور اولیاء وصوفیا کا احترام کرتے تھے۔ مگر ایسی اندھی عقیدت جو کفر، بدعت اور شرک پر مبنی ہو، کے سخت خلاف تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو مزارات اور قبروں پر جا کے مختلف خرافات کرنے سے روکا۔ شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ برکت کے حصول کے لئے کسی جگہ جانا، چاہے وہ کوہِ طور ہو یا کسی ولی اللہ کی قبر، منع ہے اور اس میں فساد و تحریف فی الدین ہے اور اس سے شعائر اللہ کا غیر شعائر اللہ میں ملنے کا امکان ہے۔(1)

اس کے ساتھ ہی شاہ محمد اسحاقؒ اس بات کے قائل بھی ہیں کہ قبروں پر عبرت کے لئے، صاحب قبر کی دعا کے لئے، آخرت کو یاد کرنے کے لئے اور سنت طریقہ پر جانا جائز ہے۔(2) مگر موجودہ دور میں اکثر لوگ جس طریقہ سے مزارات پر جا کر بدعات کرتے ہیں، ان کی دین میں کوئی گنجائش نہیں۔(3) ہندوستان میں اس وقت بلکہ آج بھی صاحبِ مزار سے اپنی حاجت روائی کے لئے التجائیں کرنا ایک مذہبی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے صاحبِ قبر سے اولاد، شفاء، رزق، ردِ تکلیف وغیرہ مانگنے کو شرک کے زمرے میں شامل کیا اور سختی سے لوگوں کو اس قبیح فعل سے باز رکھا۔(4)

ہمارے ہاں رواج ہے کہ عرس کا ایک دن مخصوص کرلیا جاتا ہے اور اس کو میلہ کا نام دیا جاتا ہے اور مذہب اور صاحب مزار کے نام پر اس دن وہ اچھل کود اور ہنگامہ برپا ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ آپ نے اس طرح کی تمام مروجہ رسومات پر سخت گرفت کی اور ان کی ممانعت فرمائی۔ اس حوالے سے آپ نے فرمایا:

> ''شریعتِ مطہرہ میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ شعائرِ اسلام کا اہتمام و بندوبست کرنا چاہئے۔ چنانچہ جمعہ اور جماعت قائم کرنا، عیدگاہیں بنانا، جہاد کرنا اور امورِ حج کا قائم کرنا جیسا طواف خانہ کعبہ، سعی، وقوفِ عرفہ ومزدلفہ اور منیٰ میں جا کر قیام کرنا، رمی کرنا، ہدایہ کا ذبح کرنا، تکبیراتِ تشریق کہنا، سر منڈوانا وغیرہ، شعائر قائم کرنے چاہئیں اور ایسے امور کا شعائرِ اسلامیہ کی طرح اہتمام وانتظام کرنا فی الحقیقت شریعتِ مطہرہ کا مقصود نہیں اور اس ہمارے زمانہ میں یہ بات ظاہر ہے کہ پیروں کا عرس اس قدر اہتمام سے کرتے ہیں کہ شعائرِ اسلام کا اس قدر اہتمام مطلقاً نہیں کیا جاتا۔ مثلاً اکثر پادشاہ اور امراء ومشائخ جمعہ پڑھنے نہیں جاتے اور عرسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کے لئے بڑا ہی اہتمام کرتے ہیں۔ عرس اور اس کے بندوبست سے کبھی ناغہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض لوگ فرض روزے کی ادائیگی کا اس قدر اہتمام نہیں کرتے جیسا کہ عرسوں کا کرتے ہیں۔ فرض فوت ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں لیکن اگر عرس کے دن کا ناغہ ہو جائے تو موجب گنہگاری ہو جاتے ہیں۔ اور عرس کے دن تمام شہر میں شور وشغب عید کی طرح ہوتا ہے۔ بناؤ سنگھار اور بڑھیا کپڑے خوب عطر وغیرہ لگا کر پہنتے ہیں جیسا کہ عید کی نماز پڑھنے جا رہے ہوں اور جس جگہ عرس ہوتا ہے وہاں جا کر ایسی شنیع وقبیح باتیں نئی نئی کرتے ہیں کہ ان کا ذکر ہی نہ کرنا بھلا۔''(5)

اس طرح ھندوستانی مسلمانوں میں صاحب مزار کی تعظیم کے نام پر اسے چومنا چاٹنا اسکے گرد پھیرے لینا جیسے کاموں کو کفر و شرک(6) اور گناہ کبیرہ قرار دیا۔ آپ نے قبر کے اوپر شامیانہ لگانے کو گناہ قرار دیا(7) آپ اندھی عقیدت کے خلاف تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بزرگوں اور پیروں کے اقوال وافعال کی پیروی ہی دراصل عقیدت ہے۔ اس ضمن میں آپ نے مندرجہ ذیل حدیث بیان کی۔(8)

"وعن عبد الرحمٰن ابن ابی قراد ان النبی صلی الله علیه وسلم توضایوماًفجعل اصحابه یتمسحون بوضوءه فقال لهم النبی صلی الله علیه وسلم ما یحملکم علی هذا قالو احب الله ورسوله فقال النبی صلی الله علیه وسلم من سره ان یحب الله ورسوله او یحبه الله ورسوله فلیصدق حدیثه اذ احدث فلیود امانته اذااوتمن ولیحسن جوار من ور ہٗ"(9)

ترجمہ:

عبدالرحمٰن ابن ابی قراد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضوفرمایااوراصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے وضو کے پانی کو ملنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز نے تم کوایسا کرنے پرآمادہ کیا صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اوراللہ کے رسول کی محبت نے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کواللہ اوراس کے رسول کی محبت پسندیدہ ہویاوہ چاہتا ہو کہ اللہ اوراللہ کا رسول اس کومحبوب رکھیں تو ہمیشہ سچ کلام کرےاور جب کوئی امانت رکھ جائے تو اسکی امانت اداکردےاوراپنے پڑوسی سے عمدہ سلوک کرے۔

اوراس سلسلے میں شاہ محمد اسحاقؒ نے یہ صراحت بھی کردی ہے بزرگوں کےصرف وہ افعال ہی قابل اتباع ہیں جوشریعت کے موافق ہیں۔(10) خلاف شرع کام کسی بھی صورت میں قابل تقلید نہیں۔ مزار کے مجاروں کونقدروپیہ دینا بھی عام ہو چکا تھا آپ نے اسے گناہ کے کاموں میں قراردیا(11)۔غم کے مواقع پر بھاجی کی رسم ہندوستان میں پروان چڑھ چکی تھی جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں تھا(12) آپ نے ان رسومات کوبھی مکروہ(13) اور بدعت کے زمرے میں داخل کیااوراس کی ممانعت فرمائی۔

رسوم وآداب کی اصلاح

۱)خوشی کے مواقع:

معاشرتی زندگی میں خوشی اورغمی ایسے مواقع ہیں جن پرلوگوں کا آپس میں میل جول بڑھ جاتا ہے۔اوران مواقع پردین اسلام نے ہماری مکمل رہنمائی کی ہےاوراظہارتشکراوراظہارافسوس کے لیے بہترین صورتیں تعلیم فرمائی گئی ہیں۔اگرچہ ان مواقع پرمتعلقہ معاشرے کی ثقافت اورمقامی رسم ورواج کااثر بھی یقینی ہوتا ہے۔اوراسلام میں اس کی گنجائش بھی موجود ہے۔مگر جب ثقافت اوررواج دین کے احکامات سے ٹکرانے لگ جائیں توان پرلازماً گرفت ہوتی ہے۔شاہ محمد اسحاقؒ نے اپنے دور میں خوشی وغمی کے مواقع پررائج رسوم باطلہ کوکھل کرتنقید کا نشانہ بنایااورایسی رسوم کی بذریعہ تقریروتحریراصلاح کی۔اورعوام الناس کی کثیرتعداد نے آپکی رہنمائی کی وجہ سے اپنی اصلاح کی۔بچے کی پیدائش کے وقت اسکے کان میں اذان دینا سنت ہے مگر جولوگ اس سنت کوادا کرنے کی اجرت مانگتے ہیں وہ دراصل عبادت کی اجرت مانگتے ہیں جوحرام ہے،آپ نے اس سے منع فرمایا۔(14)

ہندوستان میں اس موقع پرچھوچھک کی رسم کارواج تھا جسکا مطلب ہے کہ بچے کے پیداہونے کے موقع پراسکےنھیال کی طرف سےغلہ اورنقدرقم کا بھیجاجانا۔اگرتواس رسم کوکرنے والاصلہ رحمی کی نیت سے کرے تو درست ہےوگرنہ اگراس کورسماً پورا کیاجارہا ہےتواسمیں ہندوؤں کی مشابہت ہے جوجائزنہیں اس ضمن میں آپ نے چھوٹےلڑکوں کی آرائش کے لیےسونے کے استعمال کوبھی مکروہ اورخلاف شرع قراردیا۔(15) مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں اس سے منع فرمایا۔(16)

مَنْ تَشَبَّهُ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (17) جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیارکی وہ اسی میں سے ہے۔

خوشی کے مواقع پرانسان اکثر بےقابوہوجاتا ہےاورایسےاعمال کربیٹھتا ہےجسکی شریعت سےکوئی سندنہیں ملتی۔خصوصاً شادی کے

مواقع پر ہندوستان میں گانے بجانے کے آلات کا استعمال عام سی بات تھی۔شاہ محمد اسحاقؒ نے ایسی مجالس میں جانے سے منع کیا جن میں آلات مزامیر کا استعمال ہو یا لہو ولعب کی کوئی صورت ہو۔(18) بلکہ آپ نے مزارات اور درگاہوں پر بھی جانے سے لوگوں کو روکا جب وہاں ان ممنوعہ آلات کا استعمال ہو رہا ہو اور اسکو حرام کہہ کر اس پر تنقید کی۔(19) شادی سے ایک دن پہلے مہندی کی رسم میں آپ نے دلہن کی طرف سے دلہا کے لیے مہندی کا بھیجنا لغویات میں سے اور حرام قرار دیا۔جبکہ یہ مہندی عورتوں کے لیے جائز ہے۔(20) دولہا کے سر پر سہرا باندھنا اور ہاتھ پر سرخ دھاگہ (کلاوا) باندھنا کافروں کی رسم ہے۔(21) اسی طرح آرسی اور مصحف کی مروجہ رسوم کی بدعات چھوڑنے پر زور دیا۔ (22)

ہندوؤں کی صحبت کی وجہ سے مسلمانوں میں شادی کے موقع پر ایک اور قبیح رسم آگئی تھی جو سراسر قرآنی حکم سے متصادم ہے۔یعنی نام ونمود کیلئے فضول خرچی اور آتش بازی کرنا۔یہ فعل ہوائے نفس کی کارستانی اور روز قیامت حسرت وندامت کا سبب ہے آپ نے اپنے حلقہ اثر کے احباب کو لوگوں کی خوشنودی کے لیے ایسے کاموں سے منع کیا۔(23) جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً.(24)

بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

ان تمام مروجہ معاملات میں شاہ محمد اسحاقؒ نے مسلمانوں پر ہونے والے معاشرتی اثرات اور انسانی نفسیات کا بھی خیال رکھا اور ایسی رسوم جو اسلام کے عقائد واحکامات سے نہیں ٹکراتیں انکو کرنے پر کوئی گرفت نہیں کی۔اور ایسے کاموں کو مباح قرار دیا۔ (25) جنکے کرنے اور نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔مثلاً شادی کے موقع پر نیوتہ یعنی رقم کے لین دین کی رسم (26) شادی کے مصارف میں ننھیال کا شریک ہو جانا۔اسی طرح ساچق کی رسم یعنی دلہا کی طرف سے دلہن کے گھر مٹھائی، خوشبو، میوہ وغیرہ بھیجنا۔(27) اس کے ساتھ ہی آپ نے مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں اکثر مواقع پر اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ مستحب اور مباح فعل پر اصرار کرنا اور اسکو ضروری سمجھ کر اپنا معمول بنالینا اور رخصت پر عمل نہ کرنا شیطان کی طرف سے گمراہی کا سبب بن جاتا ہے۔(28)

عن عبدالله بن مسعود وقال لایجعل احد کم للشیطان شیئامن صلاته یری ان حقاً علیه لاینصرف الا عن یمینه لقد رایت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم کثیرا ینصرف عن یساره(29)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ بنائے یوں کہ وہ سمجھے کہ اس پر لازم ہے۔کہ نہ لوٹے مگر اپنے داہنی طرف سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اکثر اپنی بائیں طرف لوٹ جایا کرتے تھے۔

شاہ صاحبؒ نے مندرجہ بالا حدیث کی وضاحت کے لیے لکھا ہے کہ جو شخص کسی مستحب فعل پر اصرار کرے اور اس کو اپنے لئے ضروری ولازمی سمجھے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان نے اسکو گمراہ کرنے کا حصہ لے لیا۔جب (امر مندوب کے اصرار پر یہ حال ہے) تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو بدعت اور امر منکر پر مصر ہو۔(30)

۲) غم کے مواقع

دین اسلام چونکہ ہر شعبہ زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غم جو کہ زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے، میں

رہنمائی نہ ہو۔ مومن کے لیے تو موت اسکے رب سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کو اس موقع پر بھی وقار و متانت کے دامن کو پکڑے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور دنیادار اور کافروں کے لیے چونکہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اس لیے اسکے اختتام پر جزا فزا کرنا اور مایوس ہونا انکا دستور ہے۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے غم کے مواقع پر ہندوستان میں مسلمانوں میں رائج نت نئی اور ہندوؤں کی مشابہت والی رسوم پر سخت گرفت کی اور انہیں ان معاملات میں دین کی پیروی کا راستہ دکھایا۔

ہندوستان میں جنازہ کے ساتھ ساتھ نقدی، غلہ اور کھانے کی چیزیں لے جانے کا رواج تھا جو کہ سراسر جاہلیت کی رسم تھی۔ آپ نے اس بات کو بدعت کے زمرے میں شامل فرما کر ایسا کرنے سے منع فرمایا۔[31] آپ نے میت کی تعزیت کے لیے تین دن سے زیادہ بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا۔[32]

اس ضمن میں آپ نے بہت وضاحت کے ساتھ ہر مثبت و منفی پہلو کو بیان کر دیا ہے[33]۔ یہی وجہ ہے کہ آنیوالے ادوار میں آپ کے شاگردوں اور اسکے زیر اثر عوام کے بڑے طبقات نے آپ کی ہدایات کو قبول کیا اور اپنی طرز معاشرت میں تبدیلی پیدا کی۔ آپ نے کھانا کھانے کے بعد اہل ضیافت کے لیے دعائے مغفرت کو جائز کہا۔ فرماتے ہیں:

> ''کھانا تناول کرنے سے پہلے اس پر مروجہ فاتحہ کے طریقے پر کچھ پڑھنا اور ہاتھ اٹھانا علمائے سلف سے ثابت نہیں ہے بلکہ حرمین شریف (مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ) میں اہل فضل و کمال میں سے کوئی شخص کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک وہاں رہتے چلے آرہے ہیں۔ کھانا کھانے سے پہلے بطریق فاتحہ (کچھ پڑھنا) جانتے بھی نہیں ہیں ہاں وہ لوگ جو ہندوستان کے ملک سے کعبہ کی زیارت کے واسطے جا کر وہاں مقیم ہو گئے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ البتہ اہل ہند کی عادت کے مطابق اپنے گھروں میں اس طریقے کی بات (مروجہ فاتحہ) ضرور کرتے ہیں۔ جب وہاں کے علماء ان باتوں سے خبردار ہوتے ہیں تو وہ منع کرتے ہیں اور علمائے سلف کا یہی طریقہ تھا کہ کھانا کھانے کے بعد اہل ضیافت کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے تھے۔''[34]

ہندوستان میں رائج غم کی رسموں میں ایک یہ بھی تھی کہ قبر کے پاس قاریوں کو بٹھا کر قرآن پاک پڑھوایا جاتا۔ جس کو آپ نے مکروہ قرار دیکر رد کیا[35] اور قبر پر اذان دینے سے منع کیا[36] کیونکہ یہ مکروہ ہے اور جو اس پر مصر ہوگا اور سنت سمجھے گا تو یہ صورت حرام کا درجہ اختیار کر جائیگی[37]۔ اس طرح بھاجی کی رسم پر بھی تنقید کی اور اسکو کھانے سے منع کیا[38]۔ قبروں کے متعلق مندرجہ ذیل حدیث ذکر کی ہے۔[39]

نھیٰ رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر و ان یبنیٰ علیه و ان یقعد علیه [40]

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ کیا جائے اس پر عمارت بنائی جائے یا اس پر بیٹھا جائے۔

الغرض شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی زندگی کے مندرجہ بالا یہ پہلو اتنے واضح اور پراثر تھے کہ نہ صرف دہلی بلکہ پورے ہندوستان میں آپ اور آپ کے شاگردوں کے ذریعے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوئے۔ اور مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ آپ کی کوششوں سے راہ راست پر رہا اور یہ آنے والی نسلوں تک منتقل ہوتا رہا جس کی ایک جھلک برصغیر میں آپ کے تلامذہ کی اسناد کی تفصیل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

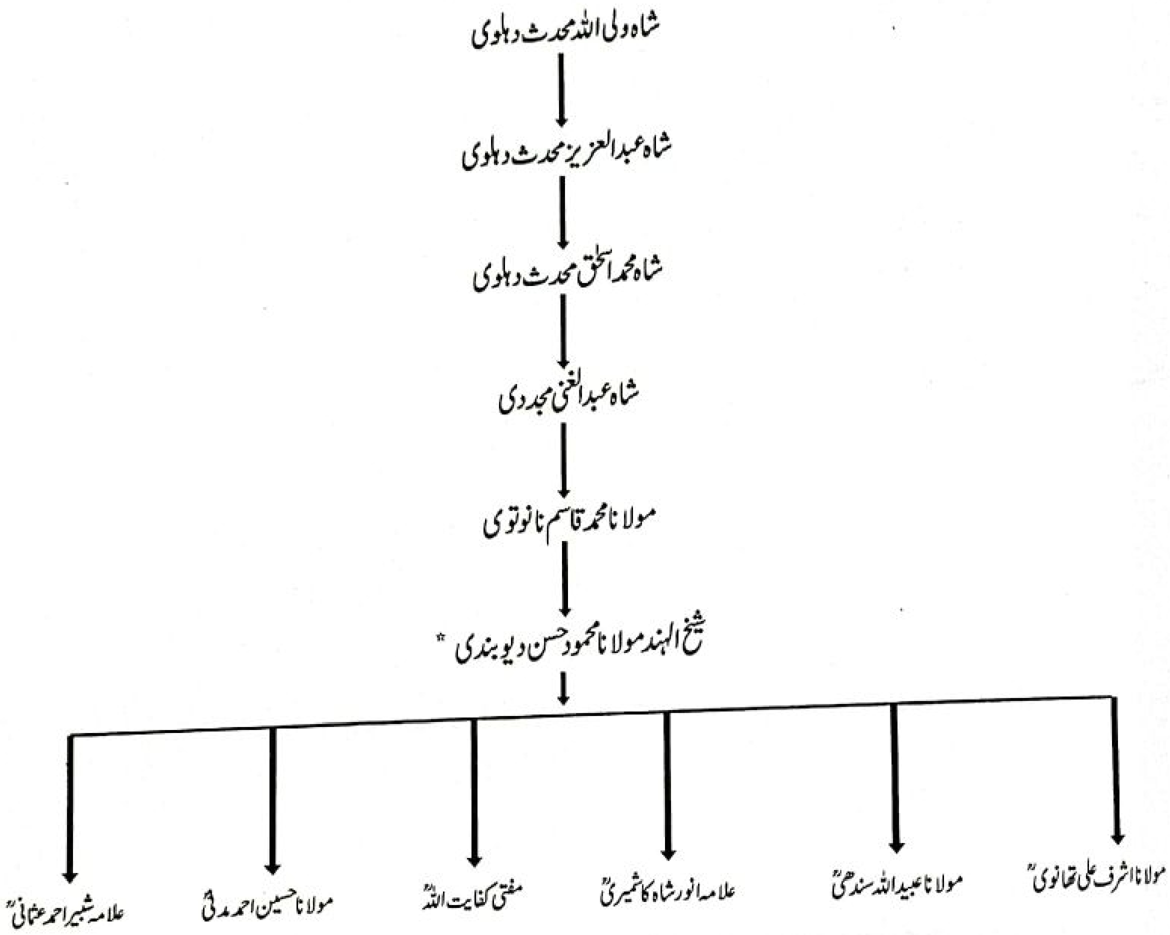
فصل دوم

مذہبی اثرات

دیوبندی مکتب فکر پر اثرات

اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی مکتب فکر سب فرقوں سے زیادہ شاہ محمد اسحٰق کا نام لیوا ہے اور اسی مکتب فکر نے سب سے زیادہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کا نام روشن کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی تحریک اور آپ کے خیالات وافکار پر سب سے زیادہ کام ان ہی لوگوں کا ہے۔ علمائے دیوبند کی سندِ حدیث کئی واسطوں سے شاہ محمد اسحٰق" تک پہنچتی ہے پھر شاہ محمد اسحٰق کے واسطے سے شاہ ولی اللہ تک پہنچتی ہے۔ مثلاً مولانا محمود حسن دیوبندی" کی سند حدیث شاہ محمد اسحاق" کے پانچ شاگردوں کے واسطے سے شاہ محمد اسحاق" تک پہنچتی ہے۔ ان پانچ اسناد کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔ (41)

علمائے دیوبند کی پہلی سند



☆ شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبند" علمائے دیوبند کی مستند اور معروف شخصیت ہیں جنہوں نے دیوبند میں پڑھنے کے بعد بہت عرصہ تک حدیث پڑھائی آپ کو انگریز حکومت نے جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا جس کی وجہ سے آپ کو اسیر مالٹا بھی کہا جاتا ہے آپ نے قرآن کریم کا مشہور زمانہ ترجمہ موضح الفرقان کے نام سے کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی کتب بھی لکھیں۔ ابواب التراجم للبخاری، حاشیہ مختصر المعانی، الجہد المقل وغیرہ اور تصحیح محمودائی سنن ابی داؤد کے نام سے سنن ابی داؤد شریف کے متن کی تصحیح آپکا بڑا کارنامہ ہے۔ آپ کے تلامذہ میں برصغیر کے مشہور علماء شامل ہیں۔ اور پاک وہند میں دیوبندی مکتبہ فکر کے جتنے بھی علمائے ہیں ان کی سند کسی نہ کسی واسطے سے آپ تک پہنچتی ہے۔

علمائے دیوبند کی دوسری سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا رشید احمد گنگوہی

↓

مولانا محمود حسن دیوبندی (42)

علمائے دیوبند کی تیسری سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (43)

↓

حبیب الرحمٰن خان شیروانی صدر یار جنگ | شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی | مولانا الطاف حسین حالی

علمائے دیوبند کی چوتھی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

الشیخ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

↓

شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبندی(44)

علمائے دیوبند کی پانچویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا محمد مظہر نانوتوی

↓

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی(45)

علمائے دیوبند کی چھٹی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا محمود حسن دیوبندی (46)

علمائے دیوبند کی ساتویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا خلیل احمد سہارنپوری (47) *

مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ ،مولانا محمود حسن ؒ کے ہم عصر اور دیوبندی مکتبہ فکر کے دوسرے بڑے محدث گزرے ہیں۔آپ نے دیوبند اور مظاہر العلوم سے تعلیم مکمل کی۔اور کچھ عرصہ دیوبند میں تدریس بھی فرمائی۔آپ دہلی کے مشہور مدرس مولانا مملوک علی کے نواسے اور مولانا یعقوب علی نانوتویؒ کے بھانجے تھے۔آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس کی حیثیت سے پڑھانے کے بعد کافی عرصہ صدر مدرس کی حیثیت سے بھی ذمہ داریاں ادا کیں۔آپ کے تلامذہ کی بہت بڑی تعداد ہندوستان اور دوسرے ممالک میں پائی جاتی ہے۔آپ نے بہت سی کتب بھی تصنیف فرمائیں آپ کی سنن ابی داوٗد کی شرح بذل المجہود فی حل ابی داوٗد (عربی،15 جلدیں) انتہائی مشہور ہے۔جو عرب ممالک میں بھی بے حد مقبول ہیں۔اس کے علاوہ ہدایات الرشید،معرکہ الکرامہ،المہند الی المفند ،براھین قاطعہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔آپ کی سند حدیث چار مختلف واسطوں سے شاہ محمد اسحاقؒ تک پہنچتی ہے۔

ائے دیوبند کی آٹھویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

الشیخ مولانا احمد علی سہارنپوری

↓

مولانا خلیل احمد سہارنپوری[48]

ائے دیوبند کی نویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا عبدالقیوم بڈھانوی

↓

مولانا خلیل احمد سہارنپوری[49]

لمائے دیوبند کی دسویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا محمد مظہر نانوتوی

↓

مولانا خلیل احمد سہارنپوری[50]

مائے دیوبند کی گیارہویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا محمد قاسم نانوتوی

↓

مولانا عبدالعلی المیرٹھی

↓

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری[51]

علمائے دیوبند کی بارہویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
↓
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
↓
شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی
↓
مولانا مظہر نانوتوی
↓
شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں
↓
امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ☆ (52)

علمائے دیوبند کی تیرہویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
↓
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
↓
شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی
↓
مولانا نور الحسن کاندھلوی (53)

☆ صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

علمائے دیوبند کی چودھویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ محمد یعقوب محدث دہلوی

↓

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (54)

علمائے دیوبند کی پندرہویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ محمد یعقوب محدث دہلوی

↓

مولانا مظفر حسین کاندھلوی (55)

اہل حدیث مکتب فکر پر اثرات

مکتبہ اہل حدیث کی اسناد مندرجہ ذیل واسطوں سے شاہ محمد اسحاق ؒ کے ذریعے شاہ ولی اللہ ؒ تک پہنچتی ہیں۔

علمائے اہل حدیث کی پہلی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا عبدالخالق دہلوی

↓

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی[56]

↓

- مولانا عبداللہ غزنوی
- حافظ عبداللہ غازی پوری
- حافظ عبدالمنان وزیر آبادی
- مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ
- مولانا شمس الحق عظیم آبادی
- مولانا محمد حسین بٹالوی
- مولانا ابراہیم اروی
- مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری
- مولانا ابراہیم سیالکوٹی

ئے اہل حدیث کی دوسری سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی

↓

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

↓

مولانا محمد اسماعیل سلفی[57]

↓

مولانا حکیم محمود احمد سلفی

↓

مولانا حافظ اسعد محمود سلفی

ئے اہل حدیث کی تیسری سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مفتی صدر الدین دہلوی

↓

سید نواب صدیق حسن بھوپالی[58]

ئے اہل حدیث کی چوتھی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ محمد یعقوب محدث دہلوی

↓

نواب صدیق حسن بھوپالی (59)

ائے اہل حدیث کی پانچویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا نورالحسن کاندھلوی

↓

ابوسعید مولانا محمد حسین بٹالوی (60)

علمائے اہل حدیث کی چھٹی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا مفتی صدرالدین دہلوی

↓

ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ(61)

علمائے اہل حدیث کی ساتویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

سید امیر حسن سہسوانی (62)

☆1 ایڈیٹر اشاعۃ السنہ

ئے اہل حدیث کی آٹھویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق المحدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا سید احمد حسن عرشی *(63)

ئے اہل حدیث کی نویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولوی محمد عبداللہ جھاؤ (64)

رادر مولانا نواب صدیق حسن خاں

مائے اہل حدیث کی دسویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شیخ محمد تھانوی

↓

قاضی شیخ محمد مچھلی شہری[65]

لمائے اہل حدیث کی گیارہویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولوی احمد اللہ انامی

↓

مولوی سخاوت علی جون پوری

↓

قاضی شیخ محمد مچھلی شہری[66]

ائے اہل حدیث کی بارہویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ اسحٰق محدث دہلوی

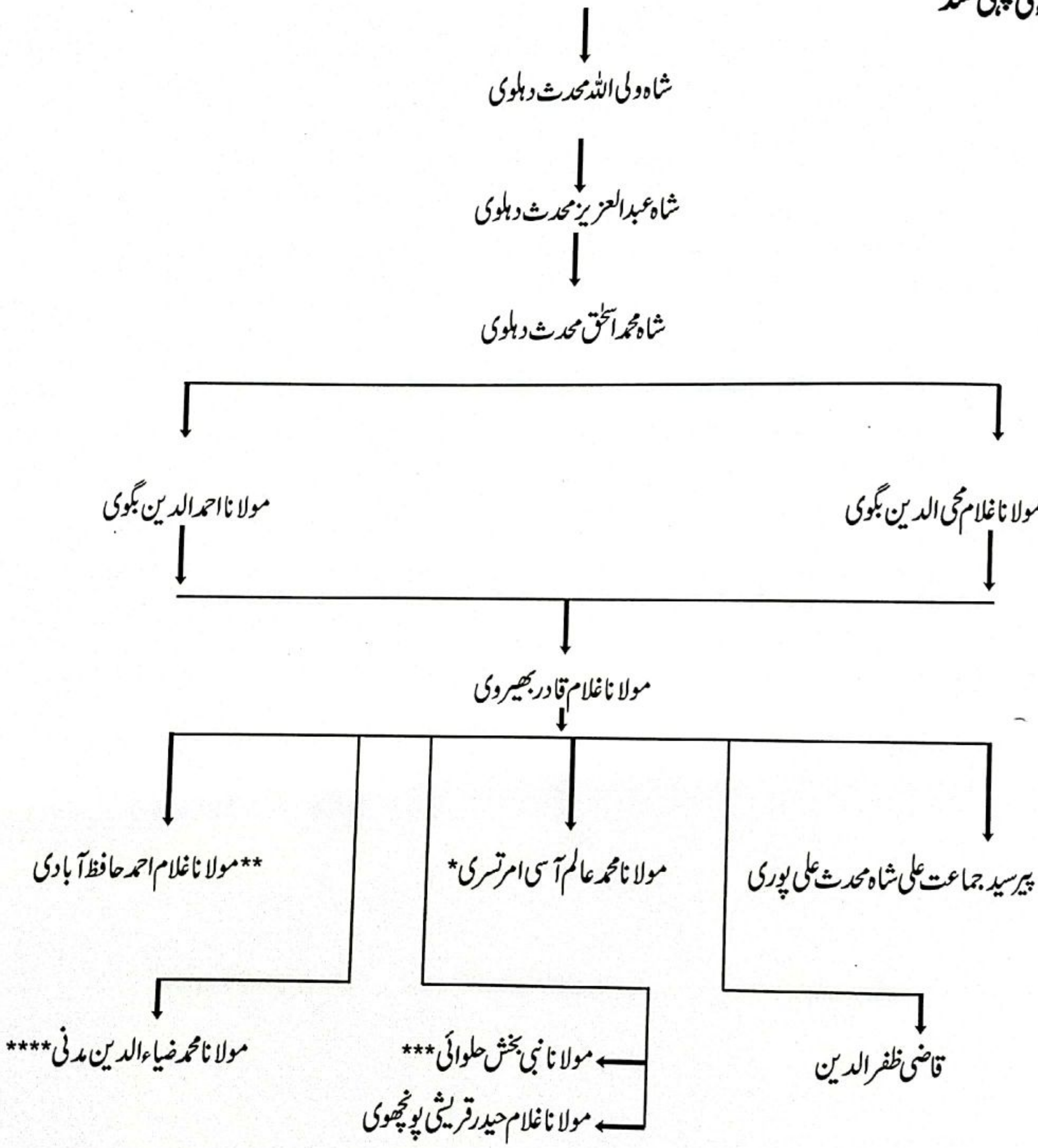
↓

مولانا مظہر کاکوروی[67]

بریلوی مکتب فکر پر اثرات

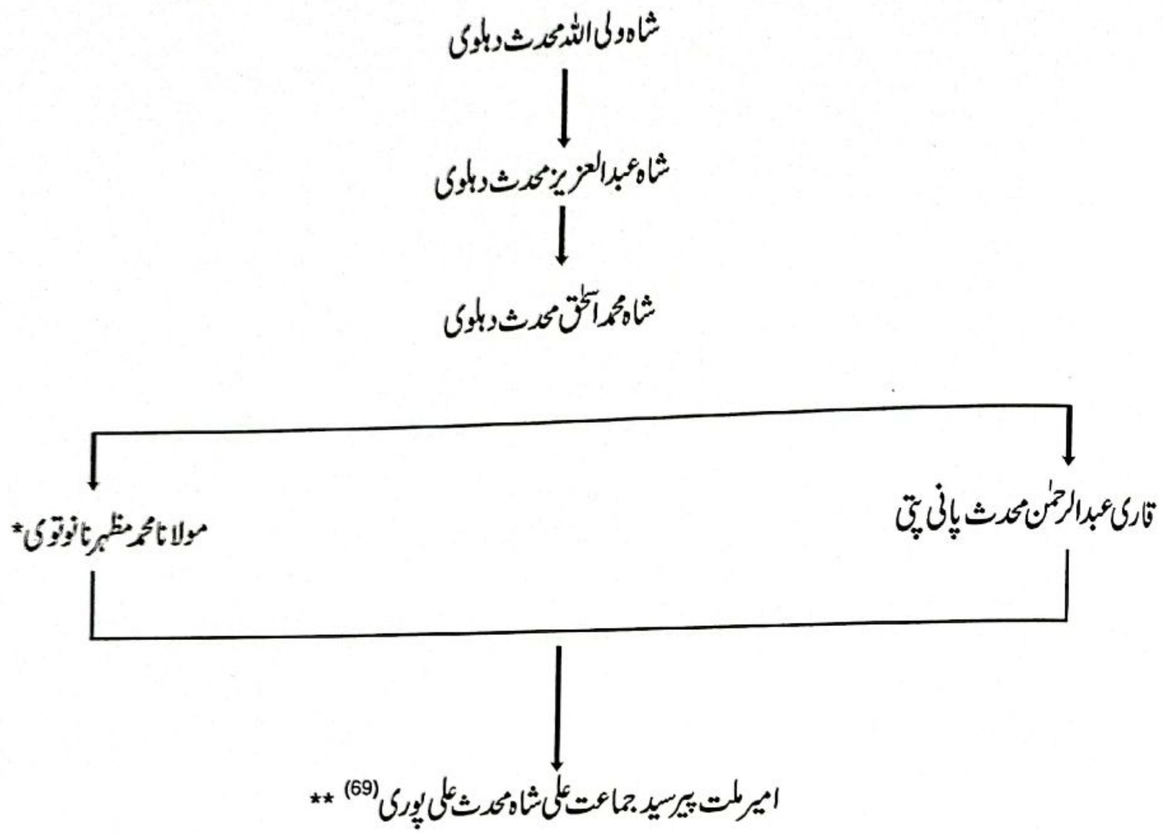
...والجماعت حنفی بریلوی کے علماء کا سلسلہ تلمذ اور سند حدیث کا واسطہ بھی شاہ محمد اسحٰق" تک پہنچتا ہے۔اس سلسلہ کی مرکزی کڑی مولانا غلام قادر بھیروی ہیں۔جنہوں نے سالہا سال ...انیہ لاہور میں مدرس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور بریلوی مسلک کے بے شمار مشہور تلامذہ نے آپ سے کسب فیض کیا۔

...ی علماء کی پہلی سند (68)



* ...مصنف الکاویہ علی الغاویہ ** سابق صدر مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور ***مصنف "تفسیر نبوی" پنجابی ****خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی

...لوی علماء کی دوسری سند

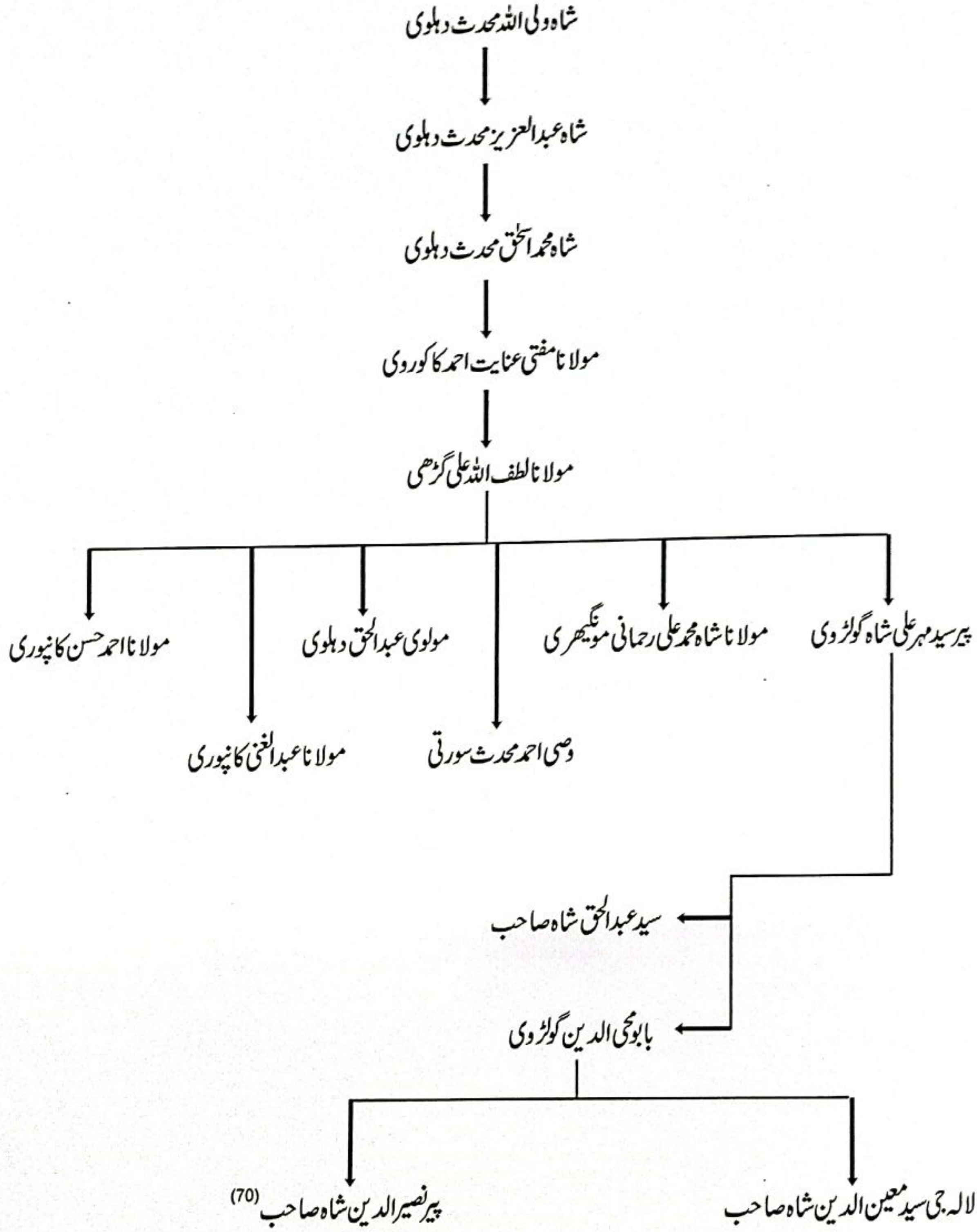


---

*...مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

** پیر سید جماعت علی شاہ برصغیر پاک و ہند کی مشہور روحانی شخصیت تھے۔ آپ باباجی فقیر محمد چوراہی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں قائداعظم کا بھرپور ساتھ دیا۔

یلوی علماء کی تیسری سند



لوی علماء کی چوتھی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

الشیخ مولانا احمد علی سہارنپوری

↓

قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (71)

وی علمائے کی پانچویں سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی

↓

قاری عبدالسلام پانی پتی

↓

مفتی اعظم سرحد حضرت مولانا شائستہ گل (72)

علماء کی چھٹی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا احمد علی سہارنپوی

↓

مولانا وصی احمد محدث سورتی (73)*

- ← مولانا سید خادم حسین بن پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری
- ← سید سلیمان اشرف، چیئرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
- ← مولانا سید محمد محدث کچھوچوی
- ← مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی، خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی و پیر ابو بلال الیاس قادری بانی و امیر دعوت اسلامی
- ← صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مصنف بہار شریعت
- ← ملک العلماء ظفر الدین بہاری، مصنف حیات اعلیٰ حضرت
- ← سید مصباح الحسن پھپھوندوی
- ← مولانا مشتاق احمد کانپوری
- ← حافظ محمد اسماعیل محمودہ آبادی
- ← مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری
- ← مولانا نثار احمد، مفتی اعظم آگرہ
- ← مولانا مفتی عبد القادر، لاہور

ناوصی احمد سورتی" ،مولانا احمد رضا بریلوی" کے ہم عصر تھے اور بریلوی مکتبہ فکر میں بڑے محدث مانے جاتے ہیں۔ آپ نے ساری عمر تدریس فرمائی۔ اخیر عمر میں حدیث سے زیادہ
رہا۔ آپ کی سند کو عالی سند شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کی سند شاہ محمد اسحٰق" کے ذریعے سے شاہ ولی اللہ" تک پہنچتی ہے۔

ی علماء کی ساتویں سند (۲۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
↓
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
↓
شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی
↓
مولانا احمد علی سہارنپوری
↓
مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری

- مولانا رکن الدین الوری نقشبندی *
- مولانا عبدالقیوم ہزاروی ****
- مولانا سید ابوالحسنات قادری **
  - ↓ مولانا سید خلیل احمد ******
- مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی *****
- مولانا ابوالبرکات سید احمد ***
  - ↓ مولانا سید محمود رضوی *******

مصنف کتاب رکن الدین ** خطیب مسجد وزیر خاں لاہور *** شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور **** بانی جامعہ نظامیہ لاہور

* بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ****** سابق خطیب مسجد وزیر خاں لاہور ******* سابق ایڈیٹر ماہنامہ رضوان لاہور

دیگر مکاتب فکر پر اثرات

د اسحاق محدث دہلوی ؒ کے علم کا فیضان اس وقت پوری دنیا میں پایا جاتا ہے دنیا کا کوئی ملک اور علاقہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جہاں پر شاہ محمد اسحٰق کے سند کے علماء موجود نہ ہوں۔ برصغیر پاک و ہند کے تمام مکاتب فکر بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث کا سلسلہ شاہ محمد اسحٰق سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ وہ حضرات یا جماعتیں جو ان تینوں مکاتب فکر سے الگ ہو کر کام کر رہی ہیں ان میں سے اکثر کا تعلق بھی شاہ محمد اسحٰق سے جا ملتا ہے۔ ان میں چند علماء کے سلسلہ تلمذ کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

نعمانی کی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا احمد علی سہارنپوری

↓

مولانا شبلی نعمانی اعظم گڑھی (75)

↓ مولانا حمید الدین فراہی ← مولانا امین احسن اصلاحی ← مولانا جاوید احمد غامدی

↓ مولانا سید سلیمان ندوی

ران برکاتی کی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مولانا عبدالقیوم بڈھانوی

↓

قاضی محمد ایوب پھلتی *

↓

مولانا حکیم سید برکات احمد بہاری ٹونکی

↓

حکیم سید محمد احمد برکاتی

↓

جناب حکیم سید محمود احمد برکاتی(76) **

قاضی بھوپال

مصنف شاہ ولی اللہ اوران کا خاندان

ماعت اسلامی کی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا خلیل احمد سہارنپوری

↓

مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی

↓

سید ابوالاعلیٰ مودودی (77) *

بانی جماعت اسلامی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

مفتی عنایت احمد کاکوروی

↓

مولانا لطف اللہ علی گڑھی

↓

مولانا محمد علی مونگیری (78) **

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
↓
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
↓
شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی
↓
شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی
↓
مولانا حافظ عبدالحلیم لکھنوی
↓
مولانا علامہ عبدالحئی لکھنوی (79)

...ہ حضرات کی سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

سید نذیر حسین محدث دہلوی

↓

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

↓

مولانا محمد اسماعیل سلفی

↓

مولانا مفتی جعفر حسین (80) *

---

* بانی جامعہ جعفریہ گوجرانوالہ ومترجم نہج البلاغہ

...حضرات کی دوسری سند

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

↓

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

↓

شاہ عبدالغنی مجددی

↓

مولانا قاسم نانوتوی

↓

مولانا محمود حسن

↓

مولانا حسین احمد مدنی

↓

مولانا مظہرالحق (81) *

...ورے والا سے شیعہ حضرات کے نامور واعظ

فصل سوم

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے بارے میں مختلف مؤلفین کی آراء

اکثر علماء اور مؤرخین نے مختلف ادوار میں حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کی بابت اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے۔ اگر چہ یہ تذکرہ جس تفصیل کا متقاضی تھا، وہ کسی بھی کتاب میں میسر نہیں لیکن ذیل میں درج تذکرے اہمیت کے حامل ہیں۔ ان تذکروں میں آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے علماء نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

سر سید احمد خان

سر سید نے آپ کو فرشتہ سیرت، مومن صورت، زبدۃ المحدثین اور فخر علمائے دین کے القابات سے نوازا ہے۔ آپ کی پرہیز گاری کے بڑے مداح تھے۔ آپ کی صورت و سیرت کے بارے میں سر سید لکھتے ہیں:

''حق جل وعلا نے صورت اور سیرت دونوں عطا کی تھیں آپ کی صورت سے آثار صحابیت ظاہر ہوتے تھے اور یقین ہوتا تھا کہ سید الثقلین صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیض جنہوں نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہو گی۔'' (82)

مولانا فضل حسین بہاریؒ

مولانا فضل حسین بہاریؒ بھی آپ کے بڑے مداح خوانوں میں سے تھے اور شاہ صاحب کی تدریسِ حدیث میں قدر و منزلت سے بہت متاثر تھے۔ مولانا کے بقول آپ کے استاذ شیخ عمر بن عبدالکریمؒ مکی بھی علمِ حدیث اور فنِ رجال میں آپ کے کمال کے قائل تھے۔ فرمایا کرتے تھے:

قدحلت فيه بركة جده الشيخ عبدالعزيز الدهلوی

''آپ (شاہ اسحاق) میں آپ کے نانا شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کی برکت حلول کر گئی ہے۔''

آپ میاں نذیر احمد محدث دہلویؒ کی بابت لکھتے ہیں کہ وہ اکثر شاہ صاحبؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آپ سے بہتر کسی بھی عالم کی اچھی صحبت نہیں پائی۔ اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

برائے رهبری قوم فساق　　دوباره آمد اسماعيل و اسحاق (83)

مولانا فقیر محمد جہلمیؒ

آپ کی خدماتِ دینی کے حوالے سے مولانا فقیر محمد جہلمی بیان کرتے ہیں کہ فقہ و حدیث اور تفسیر میں کوئی آپ کی مثال نہیں تھا۔ بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے آپ سے علمِ حدیث حاصل کیا اور پورے ہندوستان میں فہمِ حدیث عام کیا۔ (84)

مولانا رحمان علی

مولانا رحمان علی آپ کی بابت فرماتے ہیں کہ آپ حدیث کے علاوہ تفسیر اور فقہ میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔ (85)

مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ

مولانا سید عبدالحیٔ حسنی بیان کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ محمد اسحاقؒ کو اپنا گھر اور تمام ذاتی کتب ہبہ کر دی تھیں۔ آپ ان کی مسند پر بیٹھے اور لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ ہندوستان کے کئی بڑے علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جنہوں نے فنِ حدیث میں نام پیدا کیا اور ان سے دوسرے لوگوں نے فائدے حاصل کئے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں حدیث کی سند کے سلسلہ میں سوائے اس سند کے کوئی دوسری سند باقی نہیں رہی۔* (86)

مولانا محمد عبدالرحمان مبارکپوریؒ

شارح ترمذی مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ نے جامع ترمذی میں موجود ثلاثیات کی سند بیان کرتے ہوئے شاہ محمد اسحاقؒ کا ذکر اپنے استاذ الاستاذ کے طور پر قابل فخر انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ولیعلم ان بینی و بین رسول اللہ ﷺ فی اسناد ثلاثی الترمذی المذکور، اثنین و عشرین واسطة: (۱) شیخنا السید محمد نذیر حسین (۲) الشاہ محمد اسحاق۔۔۔(87)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

سید ابوالحسن علی ندوی آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ شاہ اسحاقؒ ہر معاملے میں اپنے نانا کے جانشین تھے۔ آپ ہمیشہ دہلی اور حجاز مقدس میں حدیث کی تدریس وخدمت میں مصروف رہے۔ ہندوستان کے سینکڑوں علماء نے آپ سے حدیث کا درس لیا اور بڑے بڑے علماء و اساتذۂ حدیث نے دور دراز سے آکر آپ سے استفادہ کیا اور حدیث کی سند لی۔(88)

مولانا احمد رضا بجنوریؒ

مولانا احمد رضا بجنوری کے مطابق ہندوستان کے موجودہ تمام حدیثی سلسلے آپ سے وابستہ ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے اکثر علمِ حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی کثرتِ علمِ حدیث کا سلسلہ جاری ہوا۔(89)

پروفیسر محمد ایوب قادریؒ

پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب آپ کی دینی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور آپ کی علمی، تدریسی، سیاسی اور تصنیفی خدمات کو قابل قدر گردانتے ہیں۔(90)

مولانا غلام رسول مہرؒ

مولانا غلام رسول مہر نے اپنی کتاب ''جماعتِ مجاہدین'' میں شاہ محمد اسحاقؒ پر کوئی مستقل باب قائم نہیں کیا اور ضمیمہ میں مختصر تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو تحریکِ مجاہدین کے دہلی میں موجود سب سے بڑے مرکز کا مہتمم لکھا ہے جہاں سے اس تحریک کو مالی تعاون اور دیگر معاملات میں رہنمائی کی جاتی تھی۔ مولانا نے شاہ محمد اسحاقؒ کو سید احمد شہیدؒ کا ارادت مند لکھا ہے۔**

---

* یہ بات قابل وضاحت ہے کہ علمِ حدیث کے کئی سلاسل اس سلسلے کے علاوہ بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا سلسلہ سند یا لکھنوی حضرات کا فرنگی محلی سلسلہ وغیرہ۔ مگر دوسرے تمام سلاسل شاہ ولی اللہ کے سلسلہ سند کے مقابلے میں ماند پڑ گئے اور جو پھیلاؤ اور شہرت خاندان ولی اللہی کو نصیب ہوئی وہ ہندوستان میں کسی اور کو نہ مل سکی۔ مشہور عربی مقولہ ہے للاکثر حکم الکل (اکثریت کا حکم ہی کل پر لاگو ہوتا ہے) غالباً اسی لئے مولانا سید عبدالحئی حسنی نے یہ بات حسنِ ظن کے تحت بیان کر دی ہے۔

** مولانا کی اس بات کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے کہ شاہ صاحبؒ سید احمد شہیدؒ کے ارادت مند تھے جبکہ قرائن اس تعلق کی تصدیق نہیں کرتے ہیں۔

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا عبدالحیٰؒ اور شاہ اسماعیلؒ علم وفضل اور عمر میں بڑے ہونے کے ناطے شاہ عبدالعزیزؒ کی مسند پر بیٹھنے کے زیادہ حقدار تھے مگر ان کی جہاد کی مصروفیت کے باعث شاہ اسحاقؒ کو اس مسند پر بیٹھنے کا موقع ملا*۔(91)

مولانا محمد اسحاق بھٹی

مولانا محمد اسحاق بھٹی نے آپ کو ہندوستان کی ان عظیم شخصیات میں شمار کیا ہے جن کا نام تاریخ میں ہمیشہ نقش رہے گا اور آپ کو شیخِ وقت، امامِ عصر، محدث، فقیہ، عابد، زاہد اور متبعِ سنت گردانا ہے۔(92)

محترمہ ڈاکٹر ثریا ڈار

محترمہ ثریا ڈار نے اپنے تحقیقی مقالہ برائے پی-ایچ-ڈی میں شاہ اسحاقؒ کا تذکرہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ کیا ہے اور ان کی دینی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کو شاہ عبدالعزیزؒ کی علمی وفکری وراثت کا حقدار گردانا ہے۔(93)

---

*مولانا مہر اسی تذکرہ میں یہ بات لکھ چکے ہیں کہ شاہ اسحاقؒ نے بیس برس تک اپنے نانا کے سامنے حدیث کا درس دیا اور شاہ عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا تقویٰ اسحاقؒ نے لیا ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی زندگی میں ہی شاہ اسحاقؒ کو امامت نماز کی ذمہ داری بھی سونپ دی تھی۔ ان حقائق کے باوجود ایسی غیر محتاط رائے (مسندِ ولی اللّٰہی کے حقدار کوئی اور تھے) ایسی لاحاصل بحث کا آغاز کر دیتی ہے جس کا نتیجہ مختلف گروہوں کے درمیان سوائے تعصب کے کچھ نہیں نکلتا۔ کون خلافت کا حق دار تھا اور کون نہیں تھا، اس کا فیصلہ کرنا نہ ہمارے دائرہ اختیار میں ہے اور نہ مولانا مہر کے پاس۔ یہ اختیار جن کے پاس تھا، انہوں نے اسے احسن طریقے سے انجام دیا۔ جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو دینِ اسلام میں کبھی بھی رہبری اور پیشوائیت کا معیار عمر نہیں رہا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اکابر اور پختہ کار صحابہ کرامؓ کی موجودگی کے باوجود ایک کم عمر صحابی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لشکر کی قیادت کی ذمہ داری سونپی۔

نتائج وسفارشات

شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی خاندان ولی اللہی کے وہ چشم و چراغ ہیں جو شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے و جانشین اور مدرسہ رحیمیہ کے صدر نشین تھے۔ آپ نے اپنے دور کی سب سے بلند پایہ علمی شخصیات سے کسب فیض کیا اور ظاہری و باطنی کمالات کا بلند درجہ حاصل کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں ہی مدرس کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور شاہ رفیع الدینؒ کی وفات کے بعد 1818ء میں شاہ عبدالعزیزؒ کی زندگی میں ہی اور ان کی ایماء پر صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اور پچیس سال تک یہ ذمہ داری بہ احسن ادا کرتے رہے۔ اس دوران آپ کو مدرسہ رحیمیہ کی صدر نشینی کی وجہ سے پورے ملک میں مرکزی حیثیت حاصل رہی کیونکہ یہ وہ مدرسہ تھا جس کے ذریعے شاہ عبدالرحیمؒ اور شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ جیسے عظیم لوگ سالہا سال تک علم و عمل کی روشنی پھیلا چکے تھے۔ اس لئے مدرسہ رحیمیہ کی صدر نشینی آپ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

آپ نے چار دھائیوں سے زیادہ عرصہ علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں لگا دیا۔ اور تدریس کے ذریعے علماء کی ایسی وسیع جماعت تیار کی جنھوں نے پورے ہندوستان میں پھیل کر دین اسلام کی شمع کو فروزاں رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے تلامذہ میں ایسی نابغہ روزگار ہستیاں تھیں کہ جن میں ایک ایک فرد کے کارنامے پوری جماعت کے کارناموں سے عظیم تر ہیں۔ آپ کے تیار کردہ افراد نے حقیقی معنوں میں ہندوستان کے اندر علمی انقلاب برپا کر دیا۔ اور لاتعداد افراد کو نجات کا راستہ دکھایا۔

شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلوی کی زندگی کا سیاسی پہلو بھی بڑا روشن اور جاندار ہے۔ آپ نے سید احمد شہیدؒ کی برپا کی ہوئی تحریک جہاد میں سرگرم رہنما کی حیثیت سے حصہ لیا اور مجاہدین کی اعانت کیلئے مدرسہ رحیمیہ دہلی کو ایک مرکز کی حیثیت دے دی۔ اس مرکز سے مجاہدین کو نقد رقوم کے علاوہ مشاورت اور جہاد کے لئے افرادی قوت بھی فراہم کی جاتی۔

1831ء میں سانحہ بالاکوٹ کے بعد آپ نے اپنے شاگرد و داماد مولوی سید نصیر الدین دہلویؒ کو عملی جہاد کے لئے روانہ کیا۔ جو کئی محاذوں پر سکھوں اور انگریزوں کے خلاف برسر پیکار رہے۔ اور بالآخر شہادت سے سرفراز ہوئے۔ شاہ محمد اسحاقؒ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو واضح اہم سیاسی حیثیت ملے اسی لئے آپ نے اپنے اجداد کی سیاسی وراثت کا بھی حق ادا کیا اور 1842ء میں آپ نے حجاز مقدس کی طرف اپنے خاندان کے ہمراہ ہجرت کی اور جوار حرم میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

شاہ محمد اسحاقؒ نے اگرچہ تمام عمر تدریس میں گزاری اور تصانیف کی طرف کم متوجہ ہوئے مگر تصنیفی میدان میں آپ کی مختصر کاوشیں بھی اس درجہ اہم ہیں کہ آج کئی صدیوں کے بعد بھی ان کی اہمیت قائم و دائم ہے۔ جن میں سب سے پہلے آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کا اردو ترجمہ کیا جو کہ اردو زبان میں اس کتاب کا پہلا ترجمہ تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے مائتہ مسائل اور مسائل اربعین کے نام سے دو کتابیں چھوڑیں۔ جنھوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر دوررس اثرات مرتب کئے۔ اور ان میں پائی جانے والی باطل رسوم اور بدعات کے خاتمے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک مختصر تصنیف شعب الایمان ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی اس مقالے میں اس کا فارسی متن اور پہلی دفعہ اردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

آپؒ کی شخصیت اتنی جامع ہے کہ برصغیر میں پائے جانے والے مذہبی طبقات مثلاً دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث وغیرہ میں سے کوئی طبقہ ایسا نہیں جس کی سند حدیث آپ تک نہ پہنچتی ہو۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ تک پہنچنے والی کوئی سند ایسی نہیں جو آپ کے واسطے سے مستغنی ہو۔ آپ کی شخصیت کا صرف یہ پہلو ہی اتنا روشن ہے کہ جس کے سامنے بڑے سے بڑا کارنامہ بھی معمولی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا کہ آپ مجمع البحرین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی حضرات آ کر ایک حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا تذکرے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کی شخصیت برصغیر کی علمی، مذہبی اور سیاسی تاریخ میں ازحد اہمیت کی حامل ہے۔ مگر بہت ہی افسوس ناک بات اس ضمن میں یہ ہے کہ آپ کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو محفوظ رکھنے کا جو اہتمام سابقین کی طرف سے ہونا چاہیئے تھا، نہ ہوا۔ اور آنے والی نسلوں تک جو معلومات پہنچیں وہ نامکمل ہیں۔ اور آپ کی زندگی کے کئی اہم پہلو محفوظ نہ رہ سکے۔ جن میں سے آپ کی حجاز کی طرف ہجرت کا واضح سبب، اور وہاں آپ کی مصروفیات کی مکمل تفصیل، شامل ہیں۔ میں نے اپنی کم تر علمی استطاعت کے باوجود کوشش کی ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر میسر گوشہ مختصر مگر جامع انداز میں قارئین تک پہنچ جائے۔ یہ مقالہ اس موضوع پر حرفِ آخر نہیں ہے تاہم یہ اس موضوع پر مربوط اور تحقیقی کاوش ضرور ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کاوش آنے والے محققین کو اس موضوع پر مزید تحقیق کے لئے ضرور مہمیز کا کام دے گی۔ اس امید پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ آنیوالے دور کا جو بھی علم دوست محقق آپ کی زندگی کے مخفی گوشوں کا سبب جاننے اور سامنے لانے کی کوشش کرے گا اس کے لیے یہ مقالہ بنیاد فراہم ضرور کرے گا۔

حوالہ جات

1 شاہ محمد اسحاقؒ، مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 36، الرحیم اکیڈمی، کراچی

2 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 21

3 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 22

4 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 27

5 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 31

6 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 70

7 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 78

8 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 122

9 التبریزی، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، ج 3، ص 1391، رقم 4990، دارالنشر، المکتب الاسلامی، بیروت، 1985ء

10 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 121

11 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 82-84

12 شاہ محمد اسحاقؒ، مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 87، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1988

13 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 34

14 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 17

15 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 28

16 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 19

17 سلمان بن الاشعث السجستانی، ابو دائود، سنن ابی دائود، ج 4، ص 44، رقم 4031، دارالنشر دارالفکر، بیروت

18 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 32

19 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 72، 126

20 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 42

21 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 44

22 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 47

23 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 51

24 الاسراء، 17/ 27

25 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 34

26 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 35

27 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 39

28 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 86

29 البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح المختصر، ج 1، ص 291، رقم 814، دار ابن کثیر الیمامہ، بیروت 1987

30 مائۃمسائل، مترجم: مولانا عبدالحیؒ، ص 87

31 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 75

32 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 78
33 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 81
34 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 83
35 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 115
36 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 85
37 مائۃ مسائل، مترجم: مولانا عبدالحئی، ص 65
38 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 86
39 مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ص 87
40 مسلم بن الحجاج، ابو الحسین النیشاپوری، صحیح مسلم، ج 2، ص 667، رقم 907، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت
41 اصغر حسین، میاں، حیات شیخ الہند، ص 26، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
42 ارشد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، ص 238، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، 1983
43 مشتاق علی، شاہ، علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک، ص 143، پیر جی کتب خانہ، گوجرانوالہ، 2012
44 حیات شیخ الہند، ص 26
45 ارشد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، ص 238، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، 1983
46 حیات شیخ الہند، ص 14
47 میرٹھی، عاشق الہٰی، تذکرہ خلیل، ص 28، 29، مکتبہ قاسمیہ سیالکوٹ، 1966ء
48 ایضاً
49 ایضاً
50 ایضاً
51 ندوی، ابوالحسن علی، سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 37، مجلس نشریات اسلام، کراچی
بیس بڑے مسلمان، ص 603،
52 امام اہل سنت نمبر، ماہنامہ الشریعہ، ص 284، مطبوعہ الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ
53 برکاتی، محمود احمد، حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 102، شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی، 1992ء
54 حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، ص 82،
55 حسنی، مولانا عبدالحئی، نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 7، ص 293، دارالاشاعت کراچی، 2006ء
56 فضل حسین بہاری، مولانا، الحیات بعد الممات، ص 34، 36، مکتبہ شعیب، حدیث منزل کراچی
57 سعدیہ ارشد، محترمہ، مخدوم العلماء مولانا اسماعیل سلفی، ص 28، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور 2002
58 نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 8، ص 263
59 نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 8، ص 265
60 عبدالغفور راشد، ڈاکٹر، محمد حسین بٹالوی حیات و خدمات، ص 14 مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور
61 محمد حسین بٹالوی حیات و خدمات، ص 14
62 نوشہروی، ابو یحیٰی امام خاں، تراجم علمائے حدیث ہند، ص 239، مطبوعہ ریاض برادرز اردو بازار لاہور، 1992
63 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 274
64 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 340

65 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 375

66 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 370

67 تراجم علمائے حدیث ہند، ص 516

68 محمد صدیق ہزاروی، مولانا، تاریخ ساز شخصیات، ص 153، تنظیم المدارس (اہل سنت) لاہور، 1992

69 بسم اللہ بیگ، مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ج 2، ص 358، میر محمد کتب خانہ، کراچی

محبوب احمد، مولوی، برکات علی پور، ص 4، مطبع طریقت راولپنڈی، 1967

70 فیض احمد، مولوی، مہر منیر، ص 73، مکتبہ مہریہ، اسلام آباد

71 مہر منیر، ص 83،78

72 تاریخ ساز شخصیات، ص 117

73 مہر منیر، ص 82

تاریخ ساز شخصیات، ص 254

74 تاریخ ساز شخصیات، ص 186-189

75 مصباح الدین عبدالرحمٰن، سید، مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر، ص 15، مجلس تشریحات اسلام، کراچی

76 تاریخ ساز شخصیات، ص 78

77 سلیم منصور خالد، رفیع الدین ہاشمی، ابوالاعلیٰ مودودی علمی وفکری مطالعہ، ص 584-586، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 2006

78 سید محمد الحسنی، سیرت مولانا محمد علی مونگیری، ص 8، مجلس تشریحات اسلام، کراچی

79 فقیر محمد جہلمی، مولانا، حدائق الحنفیہ، ص 502، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ اردو بازار، لاہور

نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوار الحق قاسمی، ج 8، ص 317

80 مخدوم العلماء مولانا اسماعیل سلفی، ص 28

81 ماہنامہ ''ندائے آل عمران'' ج 2، شمارہ 3، ص 27، اگست 2010، العمران بلڈنگ کوچہ قاضی خانہ اندرون موچی گیٹ، لاہور

82 سر سید احمد خاں، آثار الصنادید، ص 275، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی 1966ء

83 الحیات بعد الممات، ص 45-50

84 فقیر محمد جہلمی، مولانا، حدائق الحنفیہ، ص 492، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

85 رحمان علی، مولانا، تذکرہ علمائے ہند، مترجم: ایوب قادری، ص 409، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی 1961ء

86 نزہۃ الخواطر، مترجم: انوار الحق قاسمی، ص 118

87 المبارکپوری، محمد عبد الرحمان بن عبد الرحیم، تحفہ الاحوذی، مقدمہ، ص 277، دار الکتب العلمیہ، بیروت

88 ندوی، ابوالحسن علی، سید، تاریخ دعوت وعزیمت، ج 5، ص 379، نوید پرنٹنگ پریس، ناظم آباد، کراچی

89 احمد رضا بجنوری، مولانا، انوار الباری شرح صحیح بخاری، حصہ دوم، ص 207، مکتبہ حفیظیہ، جمید مارکیٹ، گوجرانوالہ، 1981ء

90 محمد ایوب قادری، پروفیسر، حاشیہ تذکرہ علمائے ہند، ص 409، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1961

91 غلام رسول مہر، مولانا، جماعتِ مجاہدین، ص 304-307، شیخ غلام علی اینڈ سنز، انارکلی، لاہور

92 محمد اسحاق بھٹی، مولانا، فقہائے پاک وہند (تیرھویں صدی ہجری)، ج 3، ص 179-182، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1989ء

93 ثریا ڈار، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص 159، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1991ء

مصادر و مراجع

☆ القرآن الحکیم

☆ ابوالحسن علی ندوی، سید

سیرت سید احمد شہید، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی

☆ ابوالحسن علی ندوی، سید

تاریخ دعوت وعزیمت اوریئنٹ پرنٹنگ پریس، ناظم آباد، کراچی

☆ ابوالحسن علی ندوی، سید

سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوری مجلس نشریات اسلام، کراچی

☆ احسن نانوتوی، مولانا

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1398ھ

☆ احمد رضا بجنوری، مولانا

انوارالباری شرح صحیح بخاری، مکتبہ حنفیہ، حمید مارکیٹ، گوجرانوالہ

☆ اختر راہی، پروفیسر

تذکرہ مصنفین درس نظامی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1978

☆ ارشد، عبدالرشید

بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، 1983

☆ اصغر حسین، میاں

حیات شیخ الہند، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

☆ الحداد، محمد عاصم

اصول فقہ پر ایک نظر، ص ۹، فاران اکیڈمی، لاہور، 2006ء

☆ الاسعدی، مفتی محمد عبیداللہ

فقہ ولی اللہی، ص 127، مجلس نشریات اسلام کراچی، 2004ء

☆ البخاری، محمد بن اسمٰعیل

الجامع الصحیح المختصر، دار ابن کثیر الیمامہ، بیروت 1987

☆ التبریزی، محمد بن عبداللہ الخطیب

مشکوٰۃ المصابیح، دارالنشر، المکتب الاسلامی، بیروت، 1985،

☆ الرازی، فخرالدین محمد بن عمر

مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، جز 24، ص 206، دارالنشر دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2000،

☆ المبارکپوری، محمد عبد الرحمان بن عبد الرحیم

تحفہ الاحوذی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

☆ امام خاں نوشہروی، ابویحییٰ

تراجم علمائے حدیث ہند، ریاض برادرز، لاہور، 1992ء

☆ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

خصوصی اشاعت بیاد امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، جولائی تا اکتوبر، ۲۰۰۹ء، اشاعت اول

☆ امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا

کلیات امدادیہ دارالاشاعت، کراچی، 1977ء

انوار احمد بگوی، ڈاکٹر
تذکارِ بگویہ، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ، 2007
برکاتی محمود احمد
شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، مجلس اشاعت اسلام، لاہور، طبع دوم
برکاتی محمود احمد
حیاتِ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی۔1992ء
بسم اللہ بیگ، مرزا
تذکرہ قاریان ہند، میر محمد کتب خانہ، کراچی
تھانیسری، مولوی محمد جعفر
تواریخ عجیبہ، مطبع فاروقی دہلی، 1370ھ
تھانوی، مولانا اشرف علی
شمائم امدادیہ، کتب خانہ اشرفیہ، شاہ کوٹ
تھانوی، اشرف علی، مولانا
ارواحِ ثلاثہ، مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
جونپوری، مولانا کرامت علی
قوۃ الایمان، ص 290، مطبع قادری، کلکتہ
چشتی، مولانا عبدالحلیم
سید شہیدؒ کا فقہی مسلک، الرحیم اکیڈمی، کراچی 1429ھ
ثریا ڈار، ڈاکٹر
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1991ء
حافظ افتخار احمد، ڈاکٹر
اسالیب تخریج حدیث، قرآن اکیڈمی، بہاولپور، 2008
حبیب الرحمٰن شروانی، مولانا
مقالاتِ شروانی، طبع علی گڑھ، 1946
دہلوی، عنایت علی
تنبیہ الضالین وہدایت الصالحین، ص 15، نعمان اکیڈمی، نکی مسجد، گوجرانوالہ، 1990
رحمان علی، مولوی
تذکرہ علمائے ہند، مترجم: پروفیسر ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1961ء
سر سید احمد خاں
آثار الصنادید، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1966ء
سعدیہ ارشد، محترمہ
مولانا اسماعیل سلفی، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور 2002
سلمان بن الاشعث السجستانی، ابو داؤد
سنن ابی داؤد، دارالنشر دارالفکر، بیروت

☆ سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم

طبرانی، المعجم الکبیر، دارالنشر، مکتبہ الزہراء، الموصل، 1983

☆ سلیم منصور خالد، رفیع الدین ہاشمی

ابوالاعلیٰ مودودی، علمی وفکری مطالعہ، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 2006

☆ سہیل حسن، ڈاکٹر

معجم اصطلاحات حدیث، ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ، اسلام آباد، 2003

☆ سید سلیمان ندوی

حیات شبلی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، 1943

☆ سید محمد الحسنی

سیرت مولانا محمد علی مونگیری، مجلس نشریات اسلام، کراچی

☆ سید احمد شہید

مکاتیب سید احمد، مکتبہ رشیدیہ لاہور، 1975

☆ شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی

فتاویٰ عزیزی، مطبع مجتبائی، دہلی، 1341ھ

☆ شاہ محمد اسحاق

مسائل اربعین، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1988

☆ شاہ محمد اسحاق

مائتہ مسائل، مترجم مولانا عبدالحی، الرحیم اکیڈمی کراچی

☆ شاہ ولی اللہ

انفاس العارفین، مترجم سید محمد فاروق القادری، تصوف فاؤنڈیشن لاہور، 1998ء

☆ شاہ ولی اللہ

فیوض الحرمین، مترجم: ساجدالرحمٰن صدیقی کاندھلوی، دارالاشاعت کراچی

☆ شاہ ولی اللہ

حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولنا عبدالحق حقانی، دارالاشاعت کراچی، 1981ء

☆ شاہ ولی اللہ

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مترجم: ڈاکٹر یوسف گورائیہ، علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد، لاہور، 1970ء

☆ صدیقی ڈاکٹر محمد میاں

عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، مترجم، ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2000ء

☆ عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا

تذکرہ خلیل، مکتبہ قاسمیہ سیالکوٹ، 1966ء

☆ عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا

تذکرۃ الرشید، مکتبہ مدنیہ 17، اردو بازار، لاہور، ۱۴۰۶ھ

☆ عبدالحیٔ حسنی، سید

نزہۃ الخواطر، مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، 2006ء

☆ عبدالحئی حسنی، سید

نزهة الخواطر، دائرۃالمعارف العثمانيه، حيدر آباد،دکن، 1979ء

☆ عبد الحمید سواتی ، مولانا

مقدمه دمغ الباطل،اداره نشرو اشاعت مدرسه نصرت العلوم، گوجرانواله، 1976

☆ عبدالغفورراشد،ڈاکٹر

محمد حسین بٹالوی حیات وخدمات،مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ اردوبازارلاہور

☆ عبداللہ چغتائی،ڈاکٹر

تاریخی مساجدلاہور، کتاب خانہ نورس،لاہور، 1947

☆ عبدالرحیم ضیاء

مقالاتِ طریقت،مطبوعہ حیدرآباددکن

☆ عبیداللہ سندھی،مولانا

شاہ ولی اوران کی سیاسی تحریک،سندھ ساگراکیڈمی،لاہور،1965ء

☆ علامہ محمد اقبال

کلیات اقبال،ضرب کلیم،گوہر پبلیکیشنز،اردوبازارلاہور

☆ علامہ محمد اقبال

کلیات اقبال،بال جبریل،گوہر پبلیکیشنز،اردوبازارلاہور

☆ علاؤالدین علی المتقی

کنز العمال ،دار الکتب العلمیه ، بیروت ، 1998ء

☆ غلام رسول مہر

جماعت مجاہدین،شیخ غلام علی اینڈسنز لاہور

☆ غلام رسول مہر

سیداحمد شہید،شیخ غلام علی اینڈسنز لاہور

☆ غلام رسول مہر

سرگزشت مجاہدین،شیخ غلام علی اینڈسنز،لاہور

☆ فضل حسین بہاری

الحیات بعدالممات،مکتبہ شعیب،حدیث منزل،کراچی

☆ فقیرمحمد جہلمی،مولانا

حدائق الحنفیہ،مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ،لاہور

☆ قاری فیوض الرحمان،ڈاکٹر

مشاہیرعلماء،فرنٹیر پبلشنگ کمپنی،اردوبازار،لاہور

☆ ماہنامہ ''ندائے آل عمران''

اگست 2010،العمران بلڈنگ کوچہ قاضی خانہ اندرون موچی گیٹ، لاہور

☆ مرزامحمد بیگ دہلوی

مقدمہ فتاوٰی عزیزی،مطبع مجتبائی دہلی،1341ء

☆ محمد ایوب قادری،ڈاکٹر

اُردونثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور 1988

☆ محمد ایوب قادری، ڈاکٹر
مولانا محمد احسن نانوتوی، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی۔

☆ محبوب احمد، مولوی
برکات علی پور، مطبع طریقت راولپنڈی، 1967

☆ محمد صدیق ہزاروی، مولانا
تاریخ ساز شخصیات، تنظیم المدارس (اہل سنت) لاہور، 1992

☆ محمد اسحاق بھٹی
فقہائے پاک و ہند (تیرھویں صدی ہجری)، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1982ء

☆ محمد انوار الحسن شیر کوٹی، مولانا
سیرت یعقوب و مملوک، دار العلوم کراچی، 1974

☆ محمد انوار الحسن، پروفیسر
حیات امداد، شعبہ تصنیف، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، کراچی، 1965ء

☆ محمد اسمٰعیل پانی پتی، مولانا
مقالات سرسید، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1962

☆ محمد اکرام، شیخ
موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1982

☆ محمد خواص خان
روئیداد مجاہدینِ ہند، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور، 1983ء

☆ مسلم بن الحجاج، ابو الحسین النیشا پوری
صحیح مسلم، دار الاحیاء التراث العربی بیروت

☆ مسعود عالم ندوی
ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مکتبہ نشاۃ ثانیہ حیدر آباد دکن، طبع سوم

☆ مشتاق علی، شاہ
علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک، پیر جی کتب خانہ، گوجرانوالہ، 2012

☆ مصباح الدین عبدالرحمٰن، سید
مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر، مجلس تشریحات اسلام، کراچی

☆ مناظر احسن گیلانی، سید، مولانا
برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

☆ مناظر احسن گیلانی، مولانا
سوانح قاسمی، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور

☆ مولوی ظہیر الدین
مجموعہ کمالات عزیزی، اسلامی اکادمی، لاہور

☆ مولانا محمد محسن ترہتی
الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، حید پریس، دھلی

☆ مولوی ظہیر الدین سید احمد

کمالاتِ عزیزی، اسلامی اکادمی ناشران کتب، اردو بازار، لاہور

☆ نواب قطب الدین، مولانا

دیباچہ مظاہرِ حق جدید، دارالاشاعت، کراچی

☆ نواب قطب الدین خان، مولانا

توفیر الحق، مطبع خورشید عالم، لاہور

☆ نواب قطب الدین خان، مولانا

تحفۃ العرب والعجم، مطبع حسنی، دہلی